ऊर्दू अदब का अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन जो लंदन से प्रकाशित होता है

اُردو ادب کا بین الاقوامی میگزین جو لندن سے شائع ہوتا ہے۔

ماہنامہ

قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:81 ماہ ستمبر 2019ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL
80 STRATHDONE DRIVE SW170PW LONDON
(M) 0044-7886-304637, 02089449385
www.qindeel-e-adub.co.uk ranarazzaq52@gmail.com

A Magazine of Urdu Literature and Poetry from London UK

محترم آدم چغتائی صاحب (مرحوم)

سبو اُٹھائیں کہ گلستان کو لالہ زار کریں
نگاہِ ناز سے گلشن کو پُر خمار کریں
یہ خوش اداؤں کی بستی ہے، آپ یاں آدمؔ
سرورِ حسن سے دل کو وفا شعار کریں
آؤ اپنا جادۂ عرفاں جداگانہ کریں
جام و مینا توڑ کر رندوں کو نذرانہ کریں
قطرۂ شبنم کو لے کر میکدۂ یار سے
مست جو بیٹھے ہیں ان کو اور مستانہ کریں
زہد و تقویٰ میں تو ہے اک عمر گزاری آدمؔ
آؤ اب وقت ہے اس دل کو پری خانہ کریں

Earlsfield Properties

Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

Get it Right

- ✔ Member National Landlord Association
- ✔ Member Deposit Portection Schemes
- ✔ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✔ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✔ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

مجلس ادارت

بانی رُکن

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

مدیر

رانا عبدالرزاق خان

اراکین ادارتی بورڈ

آدم چغتائی، ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمٰعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، اے حق یو کے ٹائمز، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبد القدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی اِن پیج میں ارسال کیا جائے گا۔ بلا تفریق اسے معیار کے مطابق شائع کر دیا جائے گا۔ مراسلہ نگاروں کی قدر کی جاتی ہے۔ قندیل ادب اکثر ممالک میں لاکھوں قارئین تک جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ادبی فن پارے کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کر دیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ شکریہ رانا عبدالرزاق خاں

گزارش

مضامین نگار احباب سے گزارش ہے کہ قندیل ادب انٹرنیشنل میں شائع ہونے والے مضامین میں حوالہ جات ضرور دیا کریں۔ اس سے مضمون کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح اس میں لگائی جانے والی تصاویر کسی کمپنی یا کسی شخص کی کاپی رائٹ نہیں ہونی چاہیے۔ ادارہ اس قسم کی کوئی تصاویر شائع کرنے کا مجاز نہیں ہے جس کی ادائیگی کیلئے کوئی کمپنی ادارہ سے بعد میں رابطہ کرے۔ (ادارہ)

فہرست مضامین

مسلمانوں کی اولاد نسل نیا برطانوی وزیر اعظم		رانا عبدالرزاق خان	4
پاکستان کی تاریخ سب سے بڑا جاری فراڈ		(ادارہ)	5
غزلیات: مسعود چودھری، راجہ محمد سلمان چودھری۔ فرزانہ فرحت، شریف خالد جرمنی۔ عبدالسلام اسلام۔ اطہر حفیظ فراز۔ خادم اعلیٰ۔ اردو ادب شعراء کے حوالے سے چند معلومات۔ اطہر حفیظ فراز۔ سعادت سعید			6 تا 9
یہ کون تھا؟ عبداللہ حسین پاکستان کا ناول نگار		مستنصر حسین تارڑ	10
چار بیویاں۔ مشتری ہشیار باش		رجل خوشباب	12
محمد عامر خاکوانی			14
کامیابی کا شاہجہانی فارمولا		اے آر خان	16
قرآن کیا کہتا ہے		عاصی صحرائی	18
اسلام آباد ایئرپورٹ بمقابلہ دنیا کے ایئرپورٹس		کشور ناہید	19
جستہ جستہ		عطاءالقادر طاہر	21
دم کرنے سے پانی میں شفا کیسے آتی ہے۔		ادارہ	23
تحریر رفیع رضا		ادارہ	25
کیسا عشق		فرخندہ رضوی خندہ	26
پیلاں دی چھاں		مبشرہ ناز	30
نقیب طلوع سحر		حیدر طباطبائی	32
جستجوئے جمال		ڈاکٹر فراز حامدی	33
قیصر تمکین۔ کلاسیکی شعور و وقوف		ادارہ	34
گھنگریوں والا پرانده		مبشرہ ناز	35
ساحر شیوی (لیوٹن) کے تاثرات			35
ان اصولوں کو یاد رکھیں			36
مشاعرہ قندیل شعر و سخن۔	رپورٹ	رانا عبدالرزاق خان	39
والتھم فوریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کا مشاعرہ	رپورٹ	امجد مرزا امجد	40

قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی سالانہ چندہ فیس نیچے دیئے گئے اکاؤنس نمبر میں ٹرانسفر کر کے ممنون فرمائیں۔

جزاکم اللہ

HSBC London UK

A/C 04726979 Sort Code 400500

عبد الرزاق خان

اداریہ

رانا عبدالرزاق خان

مسلمانوں کی اولاد نسل- نیا برطانوی وزیر اعظم!

کنزرویٹو پارٹی سے تعلق رکھنے سابق برطانوی وزیر خارجہ بورس جانسن ملک کا نیا وزیر اعظم بن گیا۔ جانسن کے آباؤ اجداد مسلمان تھے بلکہ قریبی عزیز اب بھی مسلمان ہیں اور اس کے پڑدادا علی کمال کا شمار سلطنت عثمانیہ کے آخری دور کی اہم شخصیات میں ہوتا ہے۔ وہ ایک صحافی اور لبرل سیاستدان تھے۔ علی کمال کے والد کا نام احمد آفندی تھا اور وہ پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے۔ وہ اس وقت کے قسطنطنیہ اور آج کے استنبول میں 1867 میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ حنیفہ فریدے سر کیشیائی نسل سے تھیں اور احمد آفندی کی دوسری اہلیہ تھیں۔ علی کمال نے ابتدائی تعلیم استنبول میں حاصل کی، لیکن اعلیٰ تعلیم کیلئے جینیوا اور پیرس میں مقیم رہے، جہاں سے انہوں نے سیاسیات میں ڈگری مکمل کی۔ بیرون ملک قیام کے دوران ہی علی کمال نے 1903 میں ایک سوئس انگریز خاتون ونی فریڈ برون سے شادی کی۔ اس شادی سے ان کے دو بچے ہوئے۔ بیٹی کا نام سلمیٰ اور بیٹے کا نام عثمان علی تھا۔ عثمان علی کی پیدائش کے فوراً بعد علی کمال کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا اور دونوں بچوں کو پرورش کیلئے ان کے ننھیال بھیج دیا گیا، جو اس وقت برطانیہ میں رہتے تھے۔ دونوں بچوں کی پرورش ان کی نانی مارگریٹ برون نے کی۔ ننھیال میں دونوں بچوں نے اپنے نام تبدیل کر لیے تاکہ وہ اس وقت کے برطانوی معاشرے میں اپنی جگہ بنا سکیں۔ عثمان علی بعد میں ولفریڈ عثمان جانسن کے نام سے پہچانے گئے۔ ولفریڈ نے جوان ہو کر ایرین وِلس نامی ایک فرانسیسی خاتون سے شادی کی جس سے ان کے تین بچے پیدا ہوئے، بورس کے والد اسٹینلے جانسن، چچا پیٹر جانسن اور پھوپھی ہلیری جن کا خاندان بعد میں آسٹریلیا منتقل ہو گیا۔ علی کمال کا خاندان صرف سلمیٰ اور عثمان علی تک محدود نہیں رہا، کیونکہ بعد میں علی کمال نے ایک ترک خاتون صبیحہ خانم سے شادی کی جو سلطنت عثمانیہ کے دربار سے وابستہ ایک نواب ذکی پاشا کی بیٹی تھیں۔ اس شادی سے ان کے ہاں 1914 میں ایک بیٹا پیدا ہوا، جس کا نام ذکی کنر الپ رکھا گیا۔ علی کمال صرف تعلیم حاصل کرنے کیلئے ہی بیرون ملک نہیں گئے، بلکہ کئی مواقع پر انہیں اپنے لبرل سیاسی خیالات کی وجہ سے بھی جلاوطنی اختیار کرنی پڑی، جس دوران وہ برطانیہ اور شام میں مقیم رہے۔ جب برطانیہ نے دوسری عالمی جنگ کے بعد قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تو علی کمال نے قابض فوج کا ساتھ دیا۔

قبضے کے چار سال بعد جب ملک میں ایک طفیلی حکومت قائم کی گئی تو علی کمال اس میں وزیر داخلہ تھے۔ لیکن یہ حکومت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی اور تین ماہ بعد ہی اس کا خاتمہ ہو گیا۔ قابض فوج کا ساتھ دینے کی وجہ سے ان کے خلاف سخت غم وغصہ پایا جاتا تھا اور ان لوگوں میں اس کی شدت خاص طور پر زیادہ تھی، جنھوں نے مصطفی کمال پاشا کی سربراہی میں لڑی جانے والی جنگِ آزادی میں جانی اور مالی نقصان برداشت کیا تھا۔ علی کمال کو 4 نومبر 1922 کو اس وقت اغواء کر لیا گیا جب وہ استنبول میں ایک حجام کی دکان پر موجود تھے۔ ان کو اغواء کرنے والے نورالدین پاشا نے آزادی کی جنگ میں دو بیٹوں کو گنوایا تھا۔ علی کمال کو ایک ٹرین کے ذریعے ایک دوسرے شہر لے جایا جا رہا تھا کہ بلوائیوں نے ایک سٹیشن پر انہیں ٹرین سے اتار لیا اور مار مار کر قتل کر دیا۔ علی کمال کی اولاد میں سے عثمان علی کے سلسلہ نسب نے نا صرف نام تبدیل کیے، بلکہ انہوں نے عیسائی مذہب بھی اختیار کر لیا، جبکہ ان کی دوسری شادی سے ہونے والے بیٹے ذکی کی اولاد ابھی تک اسلام کی پیروکار ہے۔ ذکی کنر الپ نے کمال اتاترک کے انتقال کے بعد وطن واپسی اختیار کی اور اس وقت کے صدر کی خصوصی اجازت سے ترک محکمہ خارجہ میں شمولیت اختیار کی اور دو مواقع پر لندن میں ترک سفیر رہے۔ ان کے ایک بیٹے صنعان استنبول میں نشر واشاعت کا کام کرتے ہیں، جبکہ دوسرے سلیم اپنے والد کی طرح سفارتکار ہیں۔ لیکن تاریخ کی ستم ظریفی یہ ہے کہ صنعان اور سلیم کے ہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے احمد آفندی کی نسل برطانیہ میں موجود جانسن قبیلے اور ہلیری کی اولاد سے آسٹریلیا میں ہی آگے بڑھے گی، جس میں ترک النسل ہونے کی واحد نشانی بورس جانسن کی بہن ریچل جانسن کا درمیانی نام صبیحہ ہے، جو انہیں اپنی پڑدادی کے نام پر دیا گیا تھا۔

(بشکریہ: بی بی سی۔ بحوالہ: ترک اخبار حریت۔ رپورٹ نوانچنگ برطانیہ)

پاکستانی تاریخ سب سے بڑا جاری فراڈ

ایک نوجوان لندن کے ایک بین الاقوامی بینک میں معمولی سا کیشیر تھا' اس نے بینک کے ساتھ ایک ایسا فراڈ کیا جس کی وجہ سے وہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا فراڈیا ثابت ہوا' وہ کمپیوٹر کی مدد سے بینک کے لاکھوں کلائنٹس کے اکاؤنٹس سے ایک' ایک پینی نکالتا تھا اور یہ رقم اپنی بہن کے اکاؤنٹ میں ڈال دیتا تھا، وہ یہ کام پندرہ برس تک مسلسل کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے کلائنٹس کے اکاؤنٹس سے کئی ملین پونڈ چرا لیے، آخر میں یہ شخص ایک یہودی تاجر کی شکایت پر پکڑا گیا' یہ یہودی تاجر کئی ماہ تک اپنی بینک سٹیٹ منٹ واچ کرتا رہا اور اسے محسوس ہوا اس کے اکاؤنٹ سے روزانہ ایک پینی کم ہو رہی ہے چنانچہ وہ بینک منیجر کے پاس گیا' اسے اپنی سابق بینک سٹیٹمنٹس دکھائیں اور اس سے تفتیش کا مطالبہ کیا۔ منیجر نے یہودی تاجر کو خبطی سمجھا' اس نے قہقہہ لگایا اور دراز سے ایک پاؤنڈ نکالا اور یہودی تاجر کی ہتھیلی پر رکھ کر بولا: ''یہ لیجئے میں نے آپ کا نقصان پورا کر دیا'' یہودی تاجر ناراض ہو گیا' اس نے منیجر کو ڈانٹ کر کہا: ''میرے پاس دولت کی کمی نہیں' میں بس آپ لوگوں کو آپ کے سسٹم کی کمزوری بتانا چاہتا تھا'' وہ اٹھا اور بینک سے نکل گیا، یہودی تاجر کے جانے کے بعد منیجر کو شکایت کی سنگینی کا اندازا ہوا' اس نے تفتیش شروع کرائی تو شکایت درست نکلی اور یوں یہ نوجوان پکڑا گیا... یہ لندن کا فراڈ تھا لیکن ایک فراڈ پاکستان میں بھی ہو رہا ہے' اس فراڈ کا تعلق پیسے کے سکے سے جڑا ہے، پاکستان کی کرنسی یکم اپریل 1948ء کو لانچ کی گئی تھی' اس کرنسی میں چھ سکے تھے' ان سکوں میں ایک روپے کا سکہ' اٹھنی' چونی' دوانی' اکنی' ادھنا اور ایک پیسے کا سکہ شامل تھے' پیسے کے سکے کو پائی کہا جاتا تھا' اس زمانے میں ایک روپیہ 16 آنے اور 64 پیسوں کے برابر ہوتا تھا... یہ سکے یکم جنوری 1961ء تک چلتے رہے' 1961ء میں صدر ایوب خان نے ملک میں اعشاریہ نظام نافذ کر دیا جس کے بعد روپیہ سو پیسوں کا ہو گیا جبکہ اٹھنی' چونی' دوانی اور پائی ختم ہو گئی اور اس کی جگہ پچاس پیسے' پچیس پیسے' دس پیسے' پانچ پیسے اور ایک پیسے کے سکے رائج ہو گئے... یہ سکے جنرل ضیاء الحق کے دور تک چلتے رہے لیکن بعد ازاں آہستہ آہستہ ختم ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آج سب سے چھوٹا سکہ ایک روپے کا ہے اور ہم نے پچھلے تیس برسوں سے ایک پیسے' پانچ پیسے' دس پیسے اور پچیس پیسے کا کوئی سکہ نہیں دیکھا کیوں...؟ کیونکہ سٹیٹ بینک یہ سکے جاری ہی نہیں کر رہا لیکن آپ حکومت کا کمال دیکھئے حکومت جب بھی پیٹرول' گیس اور بجلی کی قیمت میں اضافہ کرتی ہے تو اس میں روپوں کیساتھ ساتھ پیسے ضرور شامل ہوتے ہیں مثلاً آپ پیٹرول کے تازہ ترین اضافے ہی کو لے لیجئے' حکومت نے پٹرول کی قیمت میں 5 روپے 92 پیسے اضافہ کیا جس کے بعد پٹرول کی قیمت 98 روپے 89 پیسے' ہائی سپیڈ ڈیزل کی قیمت 117 روپے 43 پیسے ہو گئی۔ اب سوال یہ ہے ملک میں پیسے کا تو سکہ ہی موجود نہیں لہٰذا جب کوئی شخص ایک لیٹر پیٹرول ڈلوائے گا تو کیا پمپ کا کیشیر اسے 87 پیسے واپس کرے گا...؟ نہیں وہ بالکل نہیں کرے گا چنانچہ اسے لازماً 62 کی جگہ 63 روپے ادا کرنا پڑیں گے... یہ زیادتی کیوں ہے...؟ اب آپ مزید دلچسپ صورتحال ملاحظہ کیجئے' پاکستان میں روزانہ 3 لاکھ 20 ہزار بیرل پیٹرول فروخت ہوتا ہے، آپ اگر اسے لیٹرز میں کیلکولیٹ کریں تو یہ 5 کروڑ 8 لاکھ 80 ہزار لیٹرز بنتا ہے، آپ اب اندازا کیجئے اگر پٹرول سپلائی کرنے والی کمپنیاں ہر لیٹر پر 87 پیسے اڑاتی ہیں تو یہ کتنی رقم بنیگی...؟ یہ 4 کروڑ 42 لاکھ 65 ہزار روپے روزانہ بنتے ہیں.... یہ رقم حتمی نہیں کیونکہ تمام لوگ پیٹرول نہیں ڈلواتے' صارفین ڈیزل اور مٹی کا تیل بھی خریدتے ہیں اور زیادہ تر لوگ پانچ سے چالیس لیٹر پیٹرول خریدتے ہیں اور بڑی حد تک یہ پیسے روپوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود پیسوں کی ہیرا پھیری موجود رہتی ہے، مجھے یقین ہے اگر کوئی معاشی ماہر اس ایشو پر تحقیق کرے' وہ پیسوں کی اس ہیرا پھیری کو مہینوں' مہینوں کو برسوں اور برسوں کو 30 سال سے ضرب دے تو یہ اربوں روپے بن جائیں گے گو یا ہماری سرکاری مشینری 30 برس سے چند خفیہ کمپنیوں کو اربوں روپے کا فائدہ پہنچا رہی ہے اور حکومت کو معلوم تک نہیں...ہم اگر اس سوال کا جواب تلاش کریں تو یہ پاکستان کی تاریخ کا بہت بڑا اسکینڈل ثابت ہوگا... یہ بھی ہو سکتا ہے اس کرپشن کا والیم ساڑھے چار کروڑ روپے نہ ہو لیکن اس کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ موجود رہے گا کہ جب اسٹیٹ بینک پیسے کا سکہ جاری ہی نہیں کر رہا تو حکومت کرنسی کو سکوں میں کیوں ماپ رہی ہے اور ہم ''راؤنڈ فگر'' میں قیمتوں کا تعین کیوں کرتے ہیں...؟ ہم 62 روپے 13 پیسوں کو 62 روپے کر دیں یا پھر پورے 63 روپے کر دیں تا کہ حکومت اور صارفین دونوں کو سہولت ہو جائے، حکومت اگر ایسا نہیں کر رہی تو پھر اس میں یقیناً کوئی نہ کوئی ہیرا پھیری ضرور موجود ہے کیونکہ ہماری حکومتوں کی تاریخ بتاتی ہے ہماری بیوروکریسی کوئی ایسی غلطی نہیں دہراتی جس میں اسے کوئی فائدہ نہ ہو....!!!

(ادارہ)

غزلیات

مسعود چودھری

دھرتی تے جوچانن لاوندے ویکھے نیں
اپنے لہو نال دیپ جلاندے ویکھے نیں
نفرت دے کھیتاں وچ پیار ا گاون لئی
سپاں نوں وی ددھ پیاوندے ویکھے نیں
تخت ہزارے تختاں دے جو وارث سن
رنگپور آ کے الکھ جگاوندے ویکھے نیں
اوہوں بن دے وارث تختاں تاجاں دے
جھڑے اٹی مُل پواوندے ویکھے نیں
جوگ دیاں مُندراں نوں کنیں پاون لئی
پھلوں اپنے کن وِھناوندے ویکھے نیں
مینوں ویکھن باری وچ نہ آیا کر
لوکی کھنب دی ڈار بناوندے ویکھے نیں
عزماں ہمتاں والے ای مسعود سدا
تیراں اگے سینہ ڈاوندے ویکھے نیں

نامعلوم

پھردے وانگ فقیراں پلّے کَکھ وی نئیں
جُثے لیراں لیراں، پلّے کَکھ وی نئیں
تک تک مل دے نال انگوٹھے تلیاں
بھری اوبھری لکیراں، پلّے کَکھ وی نئیں
ہرکوئی لے کے پھردا رُت بہار دیاں
اکھاں وچ تصویراں پلّے کَکھ وی نئیں
نال ایمان رہا،ناں عملاں وِچ قُرآن
رہ گیاں تفسیراں، پلّے کَکھ وی نئیں
سُن سُن خُطبے، درس تے گلاں دیکھ لیا
شیخاں، ملاں، پیراں پلّے کَکھ وی نئیں
دے دے فتوے عین دروغی مُفتی بس
کردے نیں تکفیراں، پلّے کَکھ وی نئیں
خیر سے ہُن رب دوارے کَڈدے نیں
نکّاں نال لکیراں ، پلّے کَکھ وی نئیں
سوہنیاں اَج وی وچ چناواں ڈُب دِیاں نیں
زہراں باجوں ہیراں پلّے کَکھ وی نئیں

راجہ محمد سلیمان جرمنی

آپ کی سیرت کی وہ شان ہے
کہ جس کی شہادت میں قرآن ہے
خود پاک سبر کو کیا پارسا
عجب دنیا والوں پہ احسان ہے
دیکھا تو دنیائے عالم میں بس
محمدؐ کا اُسوۂ ہی پردھان ہے
عظمت میں شوکت میں ہے بےمثل
وہ دونوں جہاں کی سدا جان ہے
حُسنِ سیرت پہ کرنی ہو بات
محمدؐ کا ہر کام قرآن ہے
عجب شان کا اِک پیغمبر ہے وہ
جوتقویٰ کا روشن شمع دان ہے
حدیث وقرآں سے ثابت ہے اب
مسیح الزماں کا ہی دوران ہے
محمدؐ کا عاشق خدا کا فقیر
مسیحا کا خادم سُلیمان ہے

فرزانہ فرحت

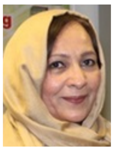

معصوم ہوں سادہ ہوں گناہ گار نہیں ہوں
مومن ہوں میں دنیا کی طلب گار نہیں ہوں
زیور نہ دکھا آج مجھے اپنی دکان کا
بازار سے گزری ہوں خریدار نہیں ہوں
کچھ کچھ میں پریشان ہوں کچھ کچھ ہوں میں غمگین
لیکن اے مرے دوست میں بیمار نہیں ہوں
حیدر کی میں للکار ہوں شمشیر علی ہوں
دُشمن کی میں ٹوٹی ہوئی تلوار نہیں ہوں
ہوں سنگ تراشوں کا تراشا ہوا پتھر
شیشے کی بنی میں کوئی دیوار نہیں ہوں
یا سامنے دنیا کے مجھے اپنا بنا لے
یا آج یہ کہہ دے میں ترا پیار نہیں ہوں
ساحل کی ہوا اور ہوں فرحت بھرا موسم
کشتی کا تری میں کوئی پتوار نہیں ہوں

شریف خالد جرمنی

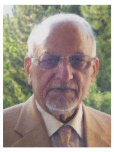

یادیں ہیں درحقیقت گزرا ہوا زمانہ
قوموں کی زندگی میں اقدار کا خزانہ
اُس دیس میں رواں تھے کتنے حسین دریا
اور برلبِ چناب تھا میرا بھی آستانہ
اپنے سکول کالج اپنی زمیں ہماری
وہ شہر درحقیقت علموں کا تھا خزانہ
اُستاد تھے ہمارے سب فیض دینے والے

تھیں درسگاہیں اپنی جیسے حسین گھرانہ
آپس میں مل کر رہنا آپس میں مل کے جینا
ہر ایک کا تھا جیسے بے لوث دوستانہ
ہرفرد خوش نوا تھا ہر بات جانفزا تھی
اک دوسرے کی سب سے پھر طرزِ عاشقانہ
یہ عشق تھا جنوں تھا یا دُعا کسی گدا کی
سب کو سلام کہنا سب کو دعا سکھانا
پھر کھیل بھی تھا جیون کا اِ ک سہارا
اک دوسرے سے آگے بڑھنے کا تھا بہانہ
چڑھنا پہاڑیوں پر کھیتوں میں سیر کرنا
دریا پہ روز جاکر پھر تیرنا نہانا
پھر کیا ہوا یہ خالق کیسی چلی ہوائیں
قسمت میں پھرنہیں تھا اُس گھر کا آب و دانہ
قدرت کا کام وہ ہی قادر وقدیر جانے
تھا امتحاں ہمارا یا اُس کا آزمانہ
پھر چھا گیا اندھیرا جاتا رہا سویرا
اور آ گیا کہیں سے ظلمت کا شاخسانہ
آنکھوں سے ہم نے دیکھا جلتی حویلیوں کواور
دشمنوں کا اس پر پھر اور مسکرانہ
میں نے سنی ہیں خود بھی بلبل کی وہ صدائیں
" یہ میرا آشیانہ یہ میرا آشیانہ "
کچھ آندھیوں سے سیکھا اپنے کو باندھ رکھنا
کچھ علم نے سکھائے طوفان پہ پُل بنانا
پہلوں سے ہم نے سیکھیں کچھ عاجزانہ رائیں
کچھ بُوئے گل سے سیکھا گلشن میں پھیل جانا
کچھ دیں سے ہم نے سیکھیں صبر و وفا کی باتیں
ہجرت سے ہم نے سیکھا یثرب سے فیض پانا
ہم نے مگس سے سیکھا آپس میں مل کے رہنا
شاہیں سے ہم نے سیکھیں پروازِ طائرانہ
گلشن کو کردیا پھر ہم نے ترے حوالے
خالی ہی ہاتھ لیکر ہم ہو پڑے روانہ
دیتے تھے رات دن جو کشکول کا ڈراوا
وہ ہاتھ اب کہاں ہیں وہ ہاتھ آمرانہ
آنکھوں سے سامنے ہیں قدرت کے فیصلے سب
بھٹو ہو یا ضیا ہو فیصل یا دولتانہ
اب جل رہے ہیں وہ بھی تھے ہم پہ مسکراتے
قدرت کے کام جانے قدرت کا تازیانہ
ہوآنکھ دیکھنے کی تو آ کے اس کو دیکھے
جو بانٹتے ہیں ہر سو ہم پیار کا خزانہ
دنیا کے ساحلوں سے دنیا کے ساحلوں تک
نفرت نہیں کسی سے گاتے ہیں یہ ترانہ
یہ بندہ پروری ہے کہ رواں کسی سُو منزل
" نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکائتِ زمانہ"
کہ ہے آسماں کا آخر وہی فیصلہ پرانا
" جو سمجھ سکو تو موتی نہ سمجھ سکو تو پانی"
مرے خونِ دل کے قطرے مری قوم کا فسانہ

عبدالسلام اسلامؔ

یم توحید میں پیدا ہوا پھر جوش طوفانی
مُحیط کُل جہاں ہونے کو ہے اُلفت کی طغیانی
سلگتی ہے غمِ ملت کی چنگاری وہ سینے میں
دِکھا سکتا نہیں میں اپنے دل کا سوزِ پنہانی
یہی جمہوریت تھی کیا کہو ارکانِ دولت سے
حنابندی کے کام آتا ہے اب تک خونِ انسانی
لٹکتے ہیں تری جمہوریت کے دِلربا پردے
ٹپکتے ہیں میرے آنسو ابھی ہے دورِ سلطانی
مقرب ہے خُدا کا اور "جنتین" کا وارث میں
شبستان میں نہیں رکھتا جو عیشِ شبستانی
بلند ہے اُس کی شانِ پاک انسانی تصور سے
فرشتے کر رہے ہیں مصطفٰی کے در کی دربانی
خُدا کے عشق و ایماں سے عجب تسکین ملتی ہے
سکونِ دل مجھے دیتی ہے میری طبعِ طوفانی
متاعِ گُم شُدہ آخر وہ پالیتے ہیں دُنیا میں
کہ گُم خاک زمیں میں جن کی ہو جاتی ہے پیشانی
یہی نُکتہ خُلاصہ عین ہے تاریخِ مذہب کا
ستم کو ہے کچل دیتا بالآخر کار پیشانی
گریباں پھاڑ کر اپنا جو پائی قیس نے لیلٰی
تو کیوں نہ رنگ لائے گی ہماری چاک دامانی؟
اگر اسلامؔ کے نالے یونہی سُنتی رہی محفل
بدل ڈالے گا یہ عشقِ مجازی کی غزل خوانی

حقوق العباد

اطہر حفیظ فراز

اپنا بنا رہے ہیں حقوق العباد میں،
سب کو ملا رہے ہیں حقوق العباد میں
یا رب!! ترے ہی فضل و کرم سے یہ آج ہم،
توفیق پا رہے ہیں حقوق العباد میں
پیاسوں کی زندگی تھی اجیرن سی ہو گئی،
نلکے لگا رہے ہیں حقوق العباد میں
مالک ہوں یا غلام ہوں، سب ایک میز پر،
مل جل کے کھا رہے ہیں حقوق العباد میں
غربت سے، احتیاج سے لاکھوں ہی مر گئے،
باقی بچا رہے ہیں حقوق العباد میں
عیدین ہوں یا ہو کوئی ایسا ہی مرحلہ،
خدمات لا رہے ہیں حقوق العباد میں
دیکھو!! خدا کی راہ میں اور اس کی چاہ میں،
سب کچھ لٹا رہے ہیں حقوق العباد میں
الفت سبھی سے ہے ہمیں، نفرت کبھی نہیں،
نغمات گا رہے ہیں حقوق العباد میں
آفت زدہ عوام سے مذہب نہ پوچھئے،
رہبر بتا رہے ہیں حقوق العباد میں

ماں باپ، اور اولاد سیاور اقرباء سے بھی،
رشتے نبھا رہے ہیں حقوق العباد میں
بیواؤں کو، یتیموں اور ہر غریب کو،
ترکے دلا رہے ہیں حقوق العباد میں
ہم تو فراز!! لوگوں میں اقدار بانٹ کر،
قومیں بنا رہے ہیں حقوق العباد میں
وطن کو خوشنما کر دیں وطن کا قرض ہم پر ہے

خادمِ اعلیٰ

پٹ چکے ہیں گھس کے تیرے سارے وعدے اور
وعید جن میں تھی اک لوڈ شیڈنگ ختم کرنے کی نوید
جھوٹ پر مبنی تھی ساری میٹھی میٹھی
تھی نہ گنجائش کہ جس کے بعد دے گولی مزید
پرڈھٹائی کو تری کیانام دوں میں رنگ باز
کب بناڈالے کہاں پیرس نہیں تجھ سے بعید
موشگافی اک نئی آئی ہے پانی پر تری
پرنہیں ہے تاب مجھ میں جھوٹ سننے کی مزید
وہ ترا فوٹو کھچانا شہرمیں بارش کے بعد
سرپے رکھے ہیٹ اور پہنے ہوئے جوتے جدید
کیا دھماکہ ایٹمی بھائی بڑے نے تھا کیا
جب کہ نصرانی نے جس پے تھا کیا بھٹوشہید
حاملہ اک کس نے ماری پیٹ کے بچے سمیت
حیف کہ یاد آگیا اس ظلم پے پھر سے یزید
کس نے چڑھوایا تھا ایمل کانسی کوسولی پے بول
تھا نہ کیا نصرانیوں کا وہ غلام زرخرید
جس نے ریمنڈکو کیا آزاد قید و بند سے
کیوں نہ ہونی چاہئے اس شخص کی مٹی پلید

اُردو ادب شعراء کے حوالے سے چند معلومات

❁۔پہلے مشہور شاعر۔(امیر خسرو) ❁۔پہلے نثر نگار۔ملا وجہی (سب رس) ❁۔پہلے صاحب دیوان شاعر (محمد قلی قطب شاہ) ❁۔پہلے ناول نگار۔ڈپٹی نذیر احمد۔(مراۃ العروس) ❁۔پہلے افسانہ نگار۔(پریم چند) ❁۔پہلے صوفی شاعر (میر درد) ❁۔قصیدے کی ابتداء (محمد رفیع سودا) ❁۔پہلے مضمون نگار۔(سید احمد خان) ❁۔سفر نامہ کا آغاز۔(یوسف کمبل پوش) ❁۔خطوط نگاری کا آغاز مرزا غالب (عود ہندی) ❁۔خاکہ نگاری کا آغاز۔(فرحت اللہ بیگ) ❁۔ملی وقومی شاعری۔(الطاف حسین حالی) ❁۔پہلے ڈرامہ نگار۔امانت لکھنوی (اندر سبھا) ❁۔سوانح نگاری۔الطاف حسین حالی ❁۔عوامی شاعر۔(نذیر اکبر آبادی) ❁۔شاعر انقلاب۔شاعر اعظم۔(جوش ملیح آبادی) ❁۔مصور غم۔(علامہ راشد الخیری) ❁۔۱۸۔مصور حقیقت۔(علامہ اقبال) ❁۔شاعر اسلام۔(حفیظ جالندھری) ❁۔تاریخی ناول۔(نسیم حجازی) ❁۔علم الاقتصاد۔(علامہ اقبال کی پہلی نثری کتاب) ❁۔اردو کا عمر خیام۔(ریاض خیر آبادی) ❁۔اردو کا شیکسپیئر۔(آغا حشر کاشمیری) ❁۔۲۴۔طوطی ہند۔(امیر خسرو) ❁۔پہلے تنقید نگار۔مولانا الطاف حسین حالی (مقدمہ شعر و شاعری) ❁۔خدائے سخن شاعر۔(میر تقی میر) ❁۔غالب سے پہلے دربار سے منسلک شاعر (ذوق) ❁۔علامہ اقبال کی پہلی نظم۔(ہمالہ) ❁۔علامہ اقبال کا پہلا اردو شاعری مجموعہ۔(بانگ درا) ❁۔علامہ کا اردو اور فارسی پر مشتمل شاعری مجموعہ۔(ارمغان حجاز) ❁۔نظم ساقی نامہ۔(علامہ اقبال) ❁۔اردو کا لفظی مطلب۔(لشکر) ❁۔اردو ترکی زبان کا لفظ ہے۔❁۔ریختہ کا مطلب۔(ایجاد کرنا) ❁۔ریختی شاعری۔(زنانہ شاعری) ❁۔مغل دور کی سرکاری زبان۔(فارسی) ❁۔اردو کی ترویج، انگریزوں نے فورٹ ولیم کالج قائم کیا۔❁۔اردو نثر کا آغاز۔(فورٹ ولیم کالج) ❁۔پہلے صوفی شاعر۔(میر درد) ❁۔اردو دفتری زبان بنی۔1832 ❁۔آب گم کس (مشتاق احمد یوسفی) ❁۔نیرنگ خیال (محمد حسین آزاد) ❁۔آب حیات۔(محمد حسین آزاد ❁۔کپاس کا پھول۔(احمد ندیم قاسمی) ❁۔قرآن مجید کا پہلا اردو ترجمہ (شاہ رفیع الدین 1786) ❁۔قرآن مجید کا پہلا بامحاورہ اردو ترجمہ۔(شاہ عبدالقادر 1790) ❁۔شعراء کی چپقلش تھی۔(انشاء اور جرات) ❁۔غبار ایام۔(فیض) ❁۔۴۸۔سرا وادی سینا۔(فیض احمد فیض) ❁۔دست صبا۔فیض۔❁۔نقش فریادی۔فیض۔❁۔دست تہہ سنگ۔فیض۔❁۔فسانہ عجائب۔(رجب علی بیگ) ❁۔ماہ تمام۔پروین شاکر ❁۔صدر برگ۔(پروین شاکر) ❁۔روزنامہ جنگ کے بانی۔(میر خلیل الرحمٰن) ❁۔رباعی کا سب سے بڑا شاعر۔(عمر خیام) ❁۔بازار حسن۔(پریم چند) ❁۔آنگن۔(خدیجہ مستور) ❁۔اداس نسلیں۔(عبداللہ حسین) ❁۔راجہ گدھ۔(بانو قدسیہ) ❁۔میر انیس۔(مرثیہ نگاری) ❁۔شہر آشوب۔(ظفر علی خان) ❁۔تلمیح۔تاریخی اشارہ۔❁۔ڈرامہ، اندھیرا اجالہ۔(یونس جاوید) ❁۔آرام وسکون۔امتیاز علی تاج۔❁۔ترقی پسند تحریک۔1936۔❁۔ترقی پسند تحریک کی بنیاد۔(مارکس ازم) ❁۔آگ کا دریا۔قرۃ العین حیدر ❁۔رباعی۔چار مصرعے۔❁۔مخمس۔جس نظم کے تمام بندھ پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوں۔❁۔مسدس۔نظم جس کا ہر بندھ چھ مصرعوں پر مشتعمل ہوتا ہے۔❁۔دوہا۔دو مصرعوں کی نظم۔❁۔غزل عربی زبان کا لفظ۔عورتوں کی باتیں۔❁۔نثر کے معن۔بکھرا ہوا۔❁۔علامہ اقبال کی آخری نظم۔حضرت انسان۔

***

اطہر حفیظ فراز

نہ بجلی ہے نہ پانی ہے . یہاں تو بس اندھیرا ہے،
سکوں ہے اور نہ شانتی ہے نہ ہی خوشیوں کا پھیرا ہے،
بہاروں کے دنوں میں بھی خزاؤں نے جو گھیرا ہے،
الٰہی میری بستی میں یہ کس آفت کا ڈیرہ ہے؟؟؟

***

کبھی چین نہیں ملتی کبھی تکرار چلتی ہے،
کبھی ڈیزل جو بڑھتا ہے تو اک تلوار چلتی ہے،
نہ پوچھو زندگی کیسے اے میرے یار!! چلتی ہے،
وطن ہے حکمرانوں کا نہ تیرا ہے نہ میرا ہے،
الٰہی میری بستی میں یہ کس آفت کا ڈیرہ ہے؟؟؟

***

کہیں بارود گرتا ہے، کہیں ہوتے دھماکے ہیں،
الٰہی میری بستی میں فقط فاقے ہی فاقے ہیں،
یہ اپنی بد نصیبی ہے یا پھر لکھے قضا کے ہیں،
بھلا کب رات بیتے گی کہ کب آنا سویرا ہے،
الٰہی میری بستی میں یہ کس آفت کا ڈیرہ ہے؟؟؟

***

ہمیں گندم بھی حاصل ہے سبھی اجناس رکھتے ہیں،
کہ آبادی بکثرت ہے بہت احساس رکھتے ہیں،
وطن کی مٹی سونا ہے یہ ہم بھی قیاس رکھتے ہیں،
خدا کی سب عنائت ہے مگر پھر بھی اندھیرا ہے،
الٰہی میری بستی میں یہ کس آفت کا ڈیرہ ہے؟؟؟

***

یہاں پر قتل ہوتے ہیں یہاں پر گھاؤ لگتے ہیں،
یہاں حوا کی بیٹی کے بھی کتنے بھاؤ لگتے ہیں،
مساجد میں چلے جائیں وہاں بھی داؤ لگتے ہیں،
دھرم کے سائے میں اب تو سیاست کا بسیرا ہے،
الٰہی میری بستی میں یہ کس آفت کا ڈیرہ ہے؟؟؟

مرے اجداد نے بڑھ کر دیا اس کو سہارا ہے،
مرے اسلاف نے اس کو لہو سے بھی نکھارا ہے،
وطن جیسا بھی ہے یارو!! وطن آخر ہمارا ہے،
خزانے اس کے بھر دیں گے ، لٹا اب تک بتھیرا ہے،
الٰہی میری بستی میں یہ کس آفت کا ڈیرہ ہے؟؟؟

***

چلو مل کر ادا کر دیں جو حق ارض ہم پر ہے،
بزرگوں نے جو ٹھانی تھی وہی اب فرض ہم پر ہے،
وطن کو خوشنما کر دیں وطن کا قرض ہم پر ہے،
ہم ان کو ردّ ہی کر دیں گے یہاں جو بھی لٹیرا ہے،
الٰہی میری بستی میں یہ کس آفت کا ڈیرہ ہے؟؟؟

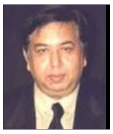

سعادت سعید-نیلام کدے

لاشیں کہ شاہراہوں پہ جن کے لہو کے داغ
لاشیں کہ جنکے ہاتھوں سے روشن دلوں کے شمس
لاشیں کہ جنکی پوروں میں کل کائنات تھی
جسموں سے ان کی کھالوں کے کمبل اتار کر
پشتارے کارخانوں کو بھجوا دیئے گئے
لاشیں جن کے قدمو ں تلے کہکشائیں تھیں
ان کے دھڑوں کو آروں سے کٹوا دیا گیا
لاشیں کہ آبروؤں کے بادبان تھیں
وہیلوں کے پیٹ میں انہیں پہنچا دیا گیا
لاشیں کہ جن کے ہونے سے سب وارثان شہر
خائف تھے مثلِ موش، لرزتے تھے مثل بید
عریاں تھے جن کی آنکھوں پہ سب ان کے مشغلے
کتوں سے ان کے جسموں کو نچوادیا گیا
لاشیں کہ جن کی روحوں سے دنیا کی طاقتیں
بے چارگی کی ریگ تلے رینگتی رہیں
ان کو سجایا کہنہ عجائب گھروں میں پھر
جذبوں کو گورِ حرف میں دفنا دیا گیا
خوابوں کو زر کے تھیلوں میں سلوا دیا گیا
بھیجوں کو مرتبانوں میں ڈلوا دیا گیا!

یہ کون تھا؟... عبداللہ حسین پاکستان کا عظیم ناول نگار

مستنصر حسین تارڑ

عبداللہ حسین

جنازے میں صرف پچاس ساٹھ لوگ تھے، سلام پھیرا گیا، مولوی صاحب نے دعا کرائی اور لوگوں نے تعزیت کے لئے لواحقین کی تلاش میں دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دیا، مرحوم کا ایک ہی بیٹا تھا، وہ لندن میں تھا، وہ وقت پر پاکستان نہ پہنچ سکا چنانچہ وہاں کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس سے پرسا کیا جا سکتا، لوگوں نے چند لمحے انتظار کیا اور پھر گرمی کی وجہ سے ایک ایک کر کے چھٹنے لگے، تدفین کا وقت آیا تو قبرستان میں صرف چھ لوگ تھے، مستنصر حسین تارڑ، یہ مرحوم کے عزیز ترین دوست تھے۔ یہ وہاں موجود تھے، دوسرا شخص مرحوم کا پبلشر تھا، یہ پچھلی دو دہائیوں سے ان کی کتابیں چھاپ رہا تھا لہٰذا یہ بھی وہاں رُک گیا اور باقی چار لوگ گھریلو ملازم تھے، یہ آخری وقت تک صاحب کا ساتھ دینا چاہتے تھے، میت اٹھائی گئی، قبر میں رکھی گئی، مٹی ڈالی گئی، تازہ مٹی میں درخت کی سبز شاخ بھی ٹھونک دی گئی، گورکن نے قبر پر چھڑکاؤ کیا اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے، تدفین میں مصروف لوگوں نے بھی ہاتھ جھاڑے اور دعا میں شامل ہو گئے اور یوں ملک کے سب سے بڑے ادیب، بڑے ناول نگار کا سفرِ حیات اختتام پذیر ہو گیا، ایک کہانی تھی جو 4 جولائی 2015ء کو ڈی ایچ اے لاہور کے قبرستان میں دفن ہو گئی۔ یہ کون تھا؟ یہ ''عبداللہ حسین'' تھے، وہ عبداللہ حسین جن کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں، پاکستان نے 68 سالوں میں بین الاقوامی سطح کا صرف ایک ناول نگار پیدا کیا اور وہ ناول نگار عبداللہ حسین تھے، عبداللہ حسین 14 اگست 1931ء میں راولپنڈی میں پیدا ہوئے، اصل نام محمد خان تھا، سولہ سال کی عمر میں ہندوستان کی تقسیم دیکھی، قیام پاکستان کے دوران انسان کا ایسا بھیانک چہرہ سامنے آیا کہ مذہب، انسانیت اور اخلاقیات تینوں سے اعتبار اُٹھ گیا اور وہ مذہب اور انسانیت دونوں کے باغی ہو گئے۔ تقسیم کے واقعات نے عبداللہ حسین کے ذہن پر خوفناک اثرات چھوڑے، وہ 1952ء میں داؤدخیل کی سیمنٹ فیکٹری میں بطور انجینئر کام کرتے تھے، انھوں نے وہاں قلم اُٹھایا اور ''اداس نسلوں'' کے نام سے اردو زبان کا ماسٹر پیس تخلیق کر دیا، یہ ناول محض ایک ناول نہیں تھا، یہ ان نسلوں کا نوحہ تھا جنھوں نے تقسیم ہند کے دوران پرورش پائی اور یہ کندھوں پر اُداسی کی صلیب اُٹھا کر زندگی گزارنے پر مجبور ہوئیں، یہ ناول ایک تہلکہ تھا، یہ تہلکہ پاکستان میں بھی چھپا اور سرحد پار ہندوستان میں بھی۔ ''اُداس نسلیں'' آج تک اردو کا شاندار ترین ناول ہے، یہ ناول عبداللہ حسین نے 32 سال کی عمر میں لکھا، صدر پاکستان ایوب خان نے انھیں 34 سا کی عمر میں ادب کا سب سے بڑا اعزاز ''آدم جی ایوارڈ'' دیا یہ برطانیہ شفٹ ہو گئے، یہ 40 سال برطانیہ رہے، برطانیہ میں قیام کے دوران مزید دو ناول لکھے، دو ناولٹ بھی تخلیق کئے اور درجنوں افسانے بھی لکھے، عبداللہ حسین نے ایک ناول انگریزی زبان میں بھی لکھا، یہ سارے افسانے، یہ سارے ناولٹ اور یہ سارے ناول ماسٹر پیس ہیں۔

یہ چند سال پہلے لندن سے پاکستان شفٹ ہوئے اور لاہور میں اپنی بیٹی کے گھر میں رہائش پذیر ہو گئے، عطاء الحق قاسمی صاحب ان کے بہت بڑے فین ہیں، یہ ان تک پہنچے اور یہ انھیں کھینچ کھانچ کر ادبی سرگرمیوں میں لے آئے، عرفان جاوید نے بھی ان پر بہت محنت کی، یہ ان کا طویل انٹرویو کرنے میں بھی کامیاب ہوئے اور یہ ان کی میزبانی اور مہمان نوازی کا لطف بھی اُٹھاتے رہے، یہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے ادبی میلوں میں بھی شریک ہوتے رہے۔ یہ خون کے سرطان میں مبتلا تھے، بیماری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ 4 جولائی 2015ء کو 84 سال کی عمر میں لاہور میں انتقال فرما گئے، بیگم کے ساتھ تعلقات کشیدہ تھے، وہ برطانیہ میں ہی رہ گئیں، بیٹا لندن میں رہتا تھا، وہ جنازے پر نہ پہنچ سکا، عطاء الحق قاسمی نے احباب کو اطلاع دی، یوں پچاس ساٹھ لوگ ملک کے سب سے بڑے ادیب کی آخری رسومات میں شریک ہو گئے، یہ المیہ عبداللہ حسین کی موت کے المیے سے بھی بڑا المیہ تھا۔ ہم لوگ اس المیے سے دو سبق سیکھ سکتے ہیں، ایک سبق ہم عام لوگوں کے لیے ہے اور دوسرا ریاست کے لئے۔ ہم لوگ بہت بدقسمت ہیں، ہم کام، شہرت اور دولت کی دھن میں خاندان کو ہمیشہ پیچھے چھوڑ دیتے ہیں، ہم کیریئر بناتے رہتے ہیں، شہرت سمیٹتے رہتے ہیں اور اس دوڑ کی دھوپ ہمارے خاندان کی موم کو پگھلاتی رہتی ہے یہاں تک کہ جب زندگی کی شام ہوتی ہے تو

ہمارے طاقوں میں پگھلی ہوئی موم کی چند یادوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا، میں بے شمار ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو اپنے بچوں کے بچپن کو اس لئے انجوائے نہ کر سکے کہ یہ بچوں کے اعلیٰ مستقبل کے لیے سرمایہ جمع کر رہے تھے۔

بچے بڑے ہوئے تو انھوں نے اپنی پوری جمع پونجی لگا کر بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر بجھوا دیا، بچے جہاں گئے وہ وہاں سے واپس نہ آئے اور یوں ان کے جنازے ملازمین ہی نے پڑھے اور ملازمین ہی نے انھیں دفن کیا، میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو پوری زندگی شہرت جمع کرتے کرتے مر گئے اور ان کے جنازے میں ان کا کوئی عزیز، رشتے دار اور دوست تھا اور نہ ہی وہ لوگ جو زندگی میں ان کے ہاتھ چومتے تھے اور اپنی ہتھیلیوں پر ان کے آٹو گراف لیتے تھے۔ میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو امن، انصاف، خوش حالی اور مطمئن زندگی کے لئے خاندان کو ملک سے باہر لے گئے، آخر میں خود واپس آ گئے، خاندان وہیں رہ گیا اور جب انتقال ہوا تو بچوں کو چھٹی ملی اور نہ ہی فلائیٹ اور میں ایسے لوگوں سے بھی واقف ہوں جو زندگی میں غرور کا سر ہوتے تھے، جنھوں نے زندگی اقتدار کا الف اور شہرت کی ش بن کر گزاری لیکن جب یہ مرے تو دس دس سال تک کوئی ان کی قبر پر فاتحہ کے لئے نہ آیا، کسی نے ان کے سرہانے دیا تک نہ جلایا چنانچہ پہلا سبق یہ ہے، آپ اپنی اولاد، اپنے خاندن کو کبھی تعلیم، روزگار، کام، شہرت، اقتدار اور سیکیورٹی کے نام پر اپنے آپ سے اتنا دور نہ کریں کہ یہ آپ کے جنازے میں شریک نہ ہو سکیں اور آپ کی قبریں دس دس سال تک ان کے قدموں کو ترستی رہیں۔ دوسرا سبق ریاست کے لئے ہے، ادیب، شاعر، دانشور، موسیقار، اداکار اور کھلاڑی معاشرے کی ''م'' ہوتے ہیں، یہ م نہ ہو تو معاشرہ معاشرہ نہیں عاشرہ بن جاتا ہے، ہم اگر بحیثیت ریاست عبداللہ حسین جیسے لوگوں کو عزت نہیں دیں گے تو پھر یہ ریاست اور یہ معاشرہ دونوں بنجر ہو جائیں گے چنانچہ میری وزیر اعظم اور وزراء اعلیٰ سے درخواست ہے، آپ تخلیقاروں کی عزت افزائی کے لئے فوری طور پر تین اقدامات کریں، ایک، آپ صدر اور گورنر صاحبان کی ذمے داری لگا دیں۔ یہ دانشوروں، مصوروں، ادیبوں، اداکاروں اور کھلاڑیوں کے جنازوں میں شریک ہوں گے اور یہ وہاں پھولوں کی چادر بھی چڑھائیں گے، دو، آپ ملک کے تمام بزرگ دانشوروں کی فہرست بنائیں اور ان دانشوروں کو مختلف یونیورسٹیوں میں تقسیم کر دیں، یہ یونیورسٹیاں ان دانشوروں کو ''اون'' کریں، یہ انھیں اعزازی پروفیسر بھی بنائیں، انھیں یونیورسٹی کے اندر چھوٹا سا گھر بھی بنا کر دیں، ان کی مہارت اور تجربے سے بھی فائدہ اُٹھائیں، ان کے علاج معالجے کا بندوبست بھی کریں اور یہ جب انتقال کریں تو ان کا جنازہ اور تدفین یونیورسٹی ہی میں ہو اور پوری یونیورسٹی اس جنازے میں شریک ہو۔ یہ قدم دانشوروں، ادیبوں اور شاعروں کی عزت افزائی کا باعث بھی بنے گا اور یہ نان نفقے کی ذلت سے بھی بچ جائیں گے اور قوم بھی ایسی خبروں کے عذاب سے نکل آئے گی جن کے ذریعے قوم کو ہر مہینے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں ادیب یا اداکار انتقال کر گیا اور فلم انڈسٹری اور ادبی حلقے کی کسی شخصیت نے جنازے میں شرکت نہ کی آپ لوگ عبداللہ حسین کی آخری رسومات کی خبر پڑھ لیں اور اس کے بعد یورپ اور امریکا کے ادیبوں، شاعروں اور مصوروں کی آخری رسومات دیکھیں، آپ کو اپنے فکری زوال اور مغربی دنیا کے ذہنی عروج کی وجوہات معلوم ہو جائیں گی، خدا کا غضب جس ملک میں عبداللہ حسین جیسے شخص کی تدفین گھریلو ملازمین نے کی ہو، اس ملک میں ادب، دانش اور فکر کتنی دیر زندہ رہے گی، اس ملک میں کتابوں کے شوروم کی جگہ جوتوں اور ٹکا ٹک کی دکانیں نہیں کھلیں گی تو کیا ہوگا۔ ***

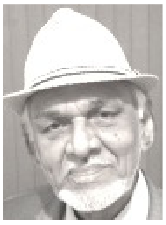

آدم چغتائی کے متعلق تاثرات

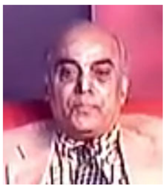

پروفیسر ڈاکٹر مظفر حنفی (سابق پروفیسر، اقبال چیئر کلکتہ)

آدمؔ چغتائی ایک شائستہ، متین، وضعدار اور ترشے ہوئے آدمی ہیں۔ ان کی شاعری میں ان کے شخصی اوصاف شائستگی، متانت، پاسِ روایت اور تراشیدگی کی صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں ایک نیک خو انسان کے افکار و جذبات میں جو پاکیزگی اور خوش خصلتی ہونی چاہئے، کلامِ آدمؔ چغتائی میں اس کی واضح جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ مجھے موصوف کی غزلیہ لہجے کی معصومیت اور سادگی نے بطور خاص متاثر کیا۔ نغمگی اور گھلاوٹ، خلوص اور خودسپردگی بھی ان کی غزل کے نمایاں اوصاف ہیں۔ ان کا تازہ مجموعۂ ''کلام'' جستجوئے جمال' منظرِ عام پر آیا چاہتا ہے، میں توقع کرتا ہوں کہ ادبی حلقوں میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔ ***

چار بیویاں-مشتری ہشیار باش

رجل
خوشاب

ایک بہت امیر بزنس مین ہوتا ہے جس کی چار بیویاں ہوتی ہیں۔۔۔ اس کی چوتھی بیوی بہت ینگ اور خوبصورت ہوتی ہے جسے وہ سب سے زیادہ پیار کرتا ہے اسے اچھے سے اچھا کھانا دیتا ہے اور اچھے اچھے کپڑے پہناتا ہے اور جو بھی اُسے چاہیے وہ سب اُسے دیتا ہے اس کا بہت خیال رکھتا ہے۔۔۔ اس کی تیسری بیوی بھی بہت اچھی دکھتی ہے وہ اتنی پرکشش ہوتی ہے کہ وہ اسکی خوبصورتی کو لے کر بہت فخر محسوس کرتا ہے وہ جہاں بھی جاتا ہے وہ اسے ساتھ لے کر جاتا ہے وہ اسے پیار تو کرتا ہی ہے لیکن ساتھ ڈرتا بھی ہے کہ کہیں وہ اسے چھوڑ کر چلی نہ جائے۔۔۔اس کی دوسری بیوی بہت خیال رکھنے والی اور اسے سمجھنے والی ہوتی ہے جب بھی وہ آدمی کسی پریشانی میں ہوتا ہے یا اسے کوئی مسئلہ درپیش آتا ہے تو وہ مدد کے لئے اپنی اسی بیوی کے پاس آتا ہے اور وہ بیوی ہمیشہ اس کے برے وقت میں اسکی مدد کرتی ہے اسی لئے وہ اسے بہت پسند بھی کرتا تھا۔۔۔اور آخر میں اس کی پہلی بیوی جو اس سے بہت وفادار ہوتی ہے اس آدمی کو کامیاب بنانے میں اس بیوی کا بہت بڑا ہاتھ تھا وہ اس سے بہت پیار بھی کرتی تھی لیکن یہ آدمی اسے پیار نہیں کرتا تھا ہمیشہ اسے نظرانداز کرتا اور اسکا خیال تک نہ رکھتا۔۔۔کچھ عرصے بعد وہ آدمی بہت بیمار پڑ جاتا ہے اتنا بیمار کہ اب اسے لگتا ہے کہ اس کے پاس وقت بہت کم بچا ہے وہ جلدی ہی مرنے والا ہے اسی لئے وہ شاہانہ زندگی کے بارے میں سوچنے لگتا ہے وہ سوچنے لگتا ہے کہ کیسے زندگی بھر اس کی چاروں بیویوں نے اس کا ساتھ دیا اور وہ کبھی اکیلا نہیں پڑا لیکن اب مرنے کے بعد وہ ایک دم اکیلا ہو جائے گا۔یہ سوچ کر اسے بہت ڈر لگنے لگتا ہے اسی لئے وہ اپنی چوتھی بیوی کو بلاتا ہے اور اسے بولتا ہے کہ دیکھو میں نے زندگی بھر تمہیں بہت پیار کیا ہے تمہارا خیال رکھا ہے مگر اب جب میرے جانے کا وقت قریب ہے کیا تم یہ دنیا چھوڑ کر میرے ساتھ چلوگی اور زندگی کے بعد بھی میرا ساتھ دوگی؟ تو یہ سن کر وہ عورت بولتی ہے ’’نہیں‘‘ اور سیدھا وہاں سے چلی جاتی ہے۔یہ سننے کے بعد اس آدمی کو بہت بڑا دھچکا لگتا ہے وہ بہت زیادہ افسردہ ہو جاتا ہے اسی لئے وہ اپنی تیسری بیوی کو بلاتا ہے اور بولتا ہے دیکھو میں نے ہمیشہ تم سے بہت پیار کیا ہے ہمیشہ تم پر فخر محسوس کیا ہے لیکن کیونکہ اب میرے جانے کا وقت قریب ہے کیا تم میرے ساتھ چلوگی؟ وہ بولتی ہے ’’نہیں‘‘ میری لائف بہت اچھی ہے جب تم مر جاؤ گے تو میں کسی اور سے شادی کرلوں گی لیکن مجھے تمہارے ساتھ نہیں جانا۔یہ سن کر اسے دوبارہ دھچکا لگتا ہے اور وہ کچھ بھی بول نہیں پاتا۔

اب کچھ دیر سنبھلنے کے بعد وہ اپنی دوسری بیوی کو بلاتا ہے اور بولتا ہے دیکھو تم نے برے وقت میں ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے میری پریشانیوں کو ختم کرنے میں ہمیشہ میری مدد کی ہے۔آج میں آخری بار تم سے مدد مانگ رہا ہوں کیا تم یہ دنیا چھوڑ کر میرے ساتھ چلوگی؟ اس پر اسکی بیوی بولتی ہے ’’آئی ایم ریلی سوری‘‘ لیکن اس بار میں تمہاری مدد نہیں کرسکتی، زیادہ سے زیادہ میں تمہیں تمہاری قبر تک پہنچا سکتی ہوں بس لیکن اس آگے کچھ نہیں۔اس چیز نے اس آدمی کو ایک دم توڑ دیا وہ کچھ بھی سوچ نہیں پا رہا تھا کہ تبھی اسے ایک آواز سنائی دی ’’میں چلوں گی تمہارے ساتھ‘‘ جب وہ مڑ کر دیکھتا ہے تو اس کی پہلی بیوی وہاں کھڑی اسے دیکھ رہی ہوتی ہے جو بہت کمزور اور بیمار لگ رہی ہوتی ہے وہ اسے کہتی ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے میں ہمیشہ تمہارا ساتھ دوں گی۔یہ سن کر وہ آدمی رونے لگ گیا اسے بہت افسوس ہوا، اس نے کہا کہ جب میرے پاس وقت تھا مجھے تمہارا خیال رکھنا چاہیے تھا لیکن افسوس اب بہت دیر ہو چکی۔حقیقت یہ ہے کہ ہم سب کی زندگی میں چار بیویاں ہوتی ہیں۔ہماری چوتھی بیوی ہمارا ’’جسم‘‘ ہے جسے ہم اچھا کھانا دیتے ہیں اچھے کپڑے پہناتے ہیں اور اس کی ساری خواہشات کو کیسے بھی پورا کرتے ہیں۔لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہم چاہے کچھ بھی کر لیں یہ ایک دن ہمیں چھوڑ کر چلا ہی جائے گا۔ہماری تیسری بیوی ہماری دولت ہے۔ہمارا پیسہ، ہمارا رتبہ جو آج تو ہمارے ساتھ ہے لیکن ہمارے جانے کے بعد کسی اور کا ہو جائے گا۔ہماری دوسری بیوی ہمارے فرینڈز اینڈ فیملی ہیں۔اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ وہ ہمیں کتنا پیار کرتے ہیں ہمارا کتنا خیال رکھتے ہیں اور وہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں زیادہ سے زیادہ وہ ہمارا ساتھ قبرستان تک ہی دے سکتے ہیں۔ہماری پہلی بیوی ہماری رُوح ہمارے نیک اعمال ہیں۔کیونکہ سچ تو یہ ہے زندگی کے بعد جب ہمارے

ساتھ کوئی نہیں ہوگا تب ہمارے نیک اعمال ہی ہمارا ساتھ دیں گے اور وہی ہمارے ساتھ قبر میں جائیں گے۔ زندگی میں دولت، شہرت، عزت، پیسہ ضرور کمائیں، اپنی صحت کا بھی خیال رکھیں، اپنے دوستوں یاروں اور رشتہ داروں کو بھی ٹائم دیں لیکن ساتھ ساتھ اپنے اعمال کی بھی فکر کریں ایک یہی وہ چیزیں ہیں جس سے آپ کی آخرت سنورے گی۔

***

سبحان اللہ یہ ہوتا ہے اجرِ عظیم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے دور میں ایک بدو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے مدینے کو چلا، جب مدینے کے پاس پہنچا تو آدھی رات کا وقت ہو چکا تھا ساتھ میں حاملہ بیوی تھی تو اس نے مدینے کی حدود کے پاس ہی خیمہ لگا لیا اور صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا، بیوی کا وقت قریب تھا تو وہ درد سے کراہنے لگی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے روز کے گشت پر تھے اور ساتھ میں ایک غلام تھا، جب آپ نے دیکھا کے دور شہر کی حدود کے پاس آگ جل رہی ہے اور خیمہ لگا ہوا ہے تو آپ نے غلام کو بھیجا کہ پتہ کرو کون ہے جب پوچھا تو اس نے ڈانٹ دیا کہ تمہیں کیوں بتاؤں، آپ گئے اور پوچھا تو بھی نہیں بتایا آپ نے کہا کہ اندر سے کراہنے کی آواز آتی ہے کوئی درد سے چیخ رہا ہے بتاؤ بات کیا ہے تو اس نے بتایا کہ میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے ملنے مدینہ آیا ہوں میں غریب ہوں اور صبح مل کر چلا جاؤں گا، رات زیادہ ہے تو خیمہ لگایا ہے اور صبح ہونے کا انتظار کر رہا ہوں، بیوی امید سے ہے اور وقت قریب آن پہنچا ہے تو آپ جلدی سے پلٹ کر جانے لگے کہ ٹھہرو میں آتا ہوں، آپ اپنے گھر گئے اور فوراً اپنی زوجہ سے مخاطب ہوئے کہا کہ اگر تمہیں بہت بڑا اجر مل رہا ہو تو لے لوگی زوجہ نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے کہا چلو میرے دوست کی بیوی حاملہ ہے، وقت قریب ہے چلو اور جو سامان پکڑنا ہے ساتھ پکڑ لو، آپ کی بیوی نے گھی اور دانے پکڑ لئے اور آپ کو لکڑیاں پکڑنے کا کہا آپ نے لکڑیاں اپنے اوپر لاد لیں، سبحان اللہ۔۔۔ (یہ کوئی کونسلر، ناظم، ایم پی اے یا ایم این اے نہیں یہ اس کا ذکر ہو رہا ہے دوستو جو کہ 22 لاکھ مربع میل کا حکمران ہے جس کے قوانین آج بھی چلتے ہیں جو عمر فاروق ہے) جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو فوراً کام میں لگ گئے بدو ایسے حکم چلاتا جیسے آپ شہر کے کوئی چوکی دار یا غلام ہیں،، کبھی پانی مانگتا تو آپ دوڑے دوڑے پانی دیتے کبھی پریشانی میں پوچھتا کہ تیری بیوی کو یہ کام آتا بھی ہے تو آپ جواب دیتے،، جبکہ اس کو کیا پتہ کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق خود ہیں، جب اندر بچے کی ولادت ہوئی تو آپ کی زوجہ نے آواز لگائی یا امیر المومنین بیٹا ہوا ہے تو یا امیر المومنین کی صدا سن کر اس بدو کی تو جیسے پاؤں تلے زمین نکل گئی اور بے اختیار پوچھنے لگا کیا آپ ہی عمر فاروق امیر المومنینؓ ہیں؟؟ آپ عمر ہیں؟ وہی جس کے نام سے قیصر و کسریٰ کانپے آپ وہ ہیں وہی والے عمر ہیں جس کے بارے میں حضرت علی نے کہا کہ آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگ کر اسلام کے لئے مانگا وہی والے نا؟ آپ نے کہا ہاں میں ہی ہوں اس نے کہا کہ ایک غریب کی بیوی کے کام کاج میں آپ کی بیوی، خاتون اوّل لگی ہوئی ہے اور دھوئیں کے پاس آپ نے اپنی داڑھی لپیٹ لی اور میری خدمت کرتے رہے؟ تو سیدنا عمر رو پڑے اس بدو کو گلے سے لگایا اور کہا تجھے پتا نہیں تو کہاں آیا ہے؟؟ یہ مدینہ ہے میرے آقا کا مدینہ یہاں امیروں کے نہیں غریبوں کے استقبال ہوتے ہیں، غریبوں کو عزتیں ملتی ہیں، مزدور اور یتیم بھی سر اُٹھا کر چلتے ہیں!!

سبحان اللہ یہ ہوتا ہے اجرِ عظیم

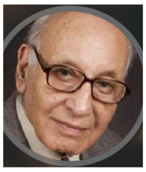

پروفیسر محسن احسان

(پرائیڈ آف پرفارمینس)

برمنگھم کی ادبی محفلوں میں جناب آدمؔ چغتائی سے دو چار ملاقاتیں ہوئیں۔ بڑی محبت اور یگانگت سے پیش آئے۔ ان کی آنکھوں میں اخلاص کی جھلک، چہرے پر سنجیدگی اور خشخشی داڑھی کے پیچھے ہلکی سی مسکراہٹ اچھی لگی۔ آدمؔ چغتائی روایت کی پاس داری، حرف کی وضع داری اور معانی کی تہہ داری کے قائل ہیں اور انھیں نبھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ ان کا ذوقِ سخن صاف، سادہ، شائستہ اور توانا ہے۔ وہ زندگی کی سچائیوں پر یقین رکھتے ہیں اور حالات کی سنگینیوں کو پرکھنے کا ہنر جانتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ وہ برطانیہ کی ادبی فضا میں اردو زبان و ادب کی توسیع کے سلسلے میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ اپنے قارئین کی جھولی میں تازہ تازہ پھول بکھیرتے رہیں تا کہ ادب کا یہ گلستان خوشبوؤں سے بھرا رہے۔

***

محمد عامر خاکوانی

وزیراعظم عمران خان اور صدر ٹرمپ کی ملاقات نہ صرف پاکستانی محکمہ خارجہ بلکہ امریکی سٹیٹ آفس اور وائٹ ہاؤس آفیشلز کے لئے بھی سنجیدگی، دلچسپی اور کسی حد تک پریشانی کا باعث رہی ہوگی۔ صدر ٹرمپ غیر متوقع ردّعمل، چونکا دینے والے بیانات کے ماسٹر سمجھے جاتے ہیں، وہ کسی وقت کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے عمران خان بھی اس فن میں کسی سے کم نہیں۔ اردو محاورے کے مطابق وہ کچھ بھی کہہ دینے کے فن میں ''یدطولیٰ'' رکھتے ہیں۔ بقول شخصے ہمارے خان صاحب جب بھی میڈیا سے گفتگو کے لئے منہ کھولتے، ان کی میڈیا ٹیم اور مشیروں کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ وہ یہی دعا کرتے رہتے ہیں کہ عمران کوئی گڑبڑ نہ کر ڈالیں۔ ان کے قوم سے کئے گئے ہر خطاب کے بعد کچھ نہ کچھ تنازع شروع ہوجاتا ہے۔ پیر کو عمران خان اور امریکی صدر ٹرمپ کی ملاقات میں البتہ ایسا کچھ نہیں ہوا، دونوں مما لک کے آفیشلز کے لئے یہ خوشگوار رہی۔ پاکستانی وفد یقینی طور پر امریکی صدر کے مثبت ردّعمل اور ان کی پریس کانفرنس میں کشمیر کے ذکر سے شاد ہوا۔ اس سے بہتر کی انہیں توقع نہیں ہوگی۔ پاکستانی میڈیا کو بھی ایک بنی بنائی لیڈ سٹوری مل گئی۔ ہمارے ہاں روایت ہے کہ ہر حکمران کے غیر ملکی دورہ کو کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔ عمران خان کا دورہ امریکہ اور خاص طور سے صدر ٹرمپ کے ساتھ ان کی ملاقات حقیقی معنوں میں کامیابی اور بریک تھرو ہے۔

کئی اطراف سے مشکلات اور شدید دباؤ کے شکار پاکستان کو امریکہ جیسی سپر پاور سے خاصے عرصے بعد ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا۔ ابھی کچھ زیادہ کہنا قبل از وقت ہے، کئی اہم معاملات پر پس پردہ بات چیت ہو رہی ہوگی، کس حد تک معاملات ہمارے حق میں گئے ہیں، ان کا اندازہ چند دنوں میں ہوگا۔ بعض اشارے ان ڈائریکٹ بھی ملتے ہیں۔ جیسے پاکستان امریکہ قربت کا ایک نتیجہ ایف اے ٹی ایف FATF کے بڑھتے دباؤ میں کمی کی صورت میں نکل سکتا ہے، عین ممکن ہے کہ پاکستان گرے لسٹ سے باہر آجائے۔ امریکہ کی جانب سے امداد کی فوری بحالی اس وقت کچھ زیادہ بڑی توقع ہے، مگر امریکہ کے ساتھ تجارت کے حوالے سے پاکستان کو کچھ سہولتیں، مراعات مل سکتی ہیں۔ پاکستان کی ایکسپورٹ کا بڑا حصہ امریکہ جاتا ہے، کچھ ریلیف ملے تو ہماری ایکسپورٹ بڑھ سکتی ہے۔ تجارتی عدم توازن کے شدید خطرے سے دوچار ملک کے لئے ایکسپورٹ بڑھ جانا ہی مسرت انگیز بات ہے۔ پاکستان امریکہ کے تعلقات خوشگوار ہونے کا ایک نتیجہ بلوچستان میں دہشت گرد تنظیموں کے لئے مشکلات بڑھ جانے کی صورت میں نکلے گا۔ حیر بیار مری کی دہشت گرد تنظیم بی ایل اے پر تو پہلے ہی پابندی لگ چکی ہے، ڈاکٹر اللہ نذر کی بی ایل ایف اور دیگر دہشت گرد گروپ بھی ممکنہ پابندیوں کی زد میں آسکتے ہیں، امریکی پابندی کے بعد بی ایل اے کے لئے برطانیہ اور یورپی یونین میں بھی پابندیاں لگوانا آسان ہوجائے گا۔ ان تنظیموں کی فنانشل فنڈنگ اور افغانستان میں مبینہ ریکروٹنگ، ٹریننگ اور لاجسٹک سپورٹ بھی آسان نہیں رہے گی۔

بھارت نے مسئلہ کشمیر پر ثالثی مسترد کردی، ممکن ہے بھارتی وزیراعظم مودی یا ان کے وزیرخارجہ بھی اس کی واضح تردید کردیں۔ یہ متوقع ردعمل ہے۔ بھارت نے یہی کرنا تھا، مگر امریکی صدر کی جانب سے کشمیر کے مسئلے کا ذکر، ثالثی کی پیشکش بھی کوئی معمولی بات نہیں۔ بھارت میں اس پر طوفان کھڑا ہوگیا۔ اپوزیشن پھٹ پڑی ہے، بھارتی میڈیا کی جھنجھلاہٹ دیکھ کر لطف آرہا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے بھارتی اینکر، صحافی برکھادت کا امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ میں کالم پڑھا۔

برکھادت کی تلملاہٹ اور طیش ہر سطر سے نمایاں تھا۔ لگتا تھا کہ تندوتیز تبصروں میں معروف یہ عفیفہ ابھی صدر ٹرمپ کو صلواتیں سنانے لگے گی۔ امریکہ بھارت کو کشمیر پر ثالثی کے لئے مجبور تونہیں کرسکتا، مگر پاکستان کے لئے امریکی نرم گوشہ سے کنٹرول لائن پر بھارتی دباؤ ضرور کم ہوجائے گا۔ دوطرفہ مذاکرات کا ڈول بھی ڈالا جاسکتا ہے۔ آسان لفظوں میں یہ سمجھ لیجئے کہ اس دورے سے اور کچھ زیادہ نہ بھی حاصل ہو، پاکستان کو سانس لینے کا موقعہ مل گیا، اپنے لئے کچھ گنجائش، کچھ وقت اس نے ضرور حاصل کر لیا ہے۔ پاکستان جس قدر گمبھیر، سنگین مسائل میں اُلجھا ہے، اس میں اسے وقت ہی درکار تھا کہ بیرونی دباؤ، خطرات کم ہوں اور توجہ ملکی معیشت سنوارنے، گورننس بہتر کرنے پر مرکوز کی جاسکے۔ وزیراعظم عمران خان نے ذاتی طور پر کئی کامیابیاں حاصل کیں۔ وزیراعظم بننے کے بعد یہ ان کا پہلا امریکہ دورہ تھا۔ ان کی اب تک کی کارکردگی خاصی متاثر کن رہی۔ انہوں نے ایک

بڑا جلسہ کر کے بہت سوں کو حیران کر دیا۔کسی پاکستانی حکمران نے اس سے پہلے اتنے لوگ اکٹھے نہیں کئے۔عمران خان نے ایک شاندار شو کر کے امریکی میڈیا اور منصوبہ سازوں کو یہ بتا دیا کہ وہ واقعی ایک مقبول اور محبوب لیڈر ہے۔اس پر سلیکٹیڈ کی پھبتی کسنے والوں کو اس سے بہتر جواب شائد دینا ممکن ہی نہیں تھا۔امریکیوں کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جس نے امریکہ میں اتنا بڑا جلسہ کر لیا، وہ پاکستان میں کس قدر بڑے عوامی اجتماعات کر سکتا ہے۔عمران خان کی تقریر پر البتہ اعتراض کئے جا سکتے ہیں۔یہ تنقید درست ہے کہ وہ ہر جگہ ایک جیسی باتیں کرتا اور اپوزیشن لیڈروں کو مطعون کرنے میں زیادہ وقت صرف کر دیتا ہے۔اس کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔عمران خان مگر اپنے اسی جارحانہ سٹائل کے ساتھ اپوزیشن کرتا رہا، اسی انداز کے ساتھ وہ ایوان اقتدار میں آیا ہے اور شائد ابھی اس کا یہی سٹائل آگے بھی رہے۔

زیادہ بہتر ہوتا کہ عمران خان اوورسیز پاکستانیوں کے مسائل پر فوکس کرتا، اپنا معاشی ویژن ان سے شیئر کرتا، سیاحت کے منصوبے، پاکستان میں انویسٹمنٹ کے لئے موٹی ویشنل تقریر کرتا۔کچھ باتیں اس نے کیں، مگر اس سے کہیں زیادہ اور بہتر تقریر کی جا سکتی تھی۔عمران خان کو یہ اندازہ بھی ہوا ہوگا کہ اس سے نہ صرف ملک میں بلکہ بیرون ملک بھی کس قدر بڑی تعداد امیدیں وابستہ کئے بیٹھی ہے۔ہم لوگوں نے میاں نواز شریف کو امریکی دورے میں پرچیاں ہاتھ میں پکڑے کمزور انداز میں بات کرتے دیکھا۔دیگر پاکستانی حکمرانوں کے دورے بھی سب کے سامنے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ عمران خان ایک پر اعتماد لیڈر کے طور پر سامنے آیا۔بڑی روانی اور اعتماد سے وہ انگریزی بولتا اور صحافیوں کو مدلل جواب دیتا ہے۔ہم اپنے دیسی مزاج کے حکمرانوں کو بھی برانڈڈ سوٹ پہنے دیکھتے رہے ہیں، عمران خان کا سادہ قومی لباس پہننا اچھا لگا۔عمران خان کا معروف امریکی چینل فوکس نیوز کو دیا گیا انٹرویو متاثر کن تھا۔کئی مشکل سوالات کے اس نے عمدگی سے جواب دیئے۔میاں نواز شریف، شہباز شریف، آصف زرداری یا دیگر لیڈروں میں وہ اعتماد، مضبوطی اور روانی نہیں۔اس انٹرویو میں عمران خان نے کشمیر پر خاصا زور دیا اور دلائل سے سمجھایا کہ جب تک مسئلہ کشمیر حل نہیں ہوتا، تب تک پاک بھارت اختلافات اور تنازع میں کمی نہیں آئے گی۔فوکس نیوز کے اینکر نے شکیل آفریدی کی رہائی کی بات کی تو عمران خان نے برجستہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا ذکر کیا۔پہلی بار شائد کسی پاکستانی حکمران نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا اس سطح پر ذکر کیا، میرا خیال ہے کہ پس پردہ کہیں نہ کہیں شکیل آفریدی اور عافیہ صدیقی کے تبادلے کی تجویز پر غور ہو رہا ہے۔شکیل آفریدی آٹھ نو سال کی سزا کاٹ ہی چکا ہے، اسے ابھی مزید جیل میں سڑنا چاہیے، لیکن اگر اس کے بدلے پاکستان کی بدنصیب بیٹی عافیہ صدیقی کو آزادی مل جائے، ان کی زندگی آسان ہو جائے تو اس سے اچھا اور کیا ہوگا۔امریکی میڈیا میں بھی عمران خان کا مثبت امیج بنا۔شائد اس کی وجہ یہ ہو کہ عمران خان کا کرپشن، منی لانڈرنگ کے خلاف بیانیہ امریکی میڈیا اور سماج کے لئے کشش رکھتا ہے۔عمران خان نے اس دورہ کو سادہ رکھنے کی کوشش کی، پاکستان میں اس کے مخالفین طنز کرتے رہے، مگر امریکہ میں اسے مثبت انداز میں لیا گیا۔عام فلائیٹ کے ذریعے جانا، میٹرو میں سفر کرنا، مہنگے ہوٹل کے بجائے سادہ رہائش گاہ میں رہنا..... یہ سب وہ ہے جو مغربی معاشرے کے لئے پسندیدہ ہے۔عمران خان نے اس حوالے سے پوائنٹ سکور کیا ہے۔میڈیا پر پابندیوں کے حوالے سے البتہ سوال ہوا، عمران خان اسے اچھے طریقے سے ٹال گیا، مگر یہ سوال مغربی دوروں میں اُٹھایا جاتا رہے گا۔مجموعی طور پر عمران خان کا دورہ کامیاب رہا۔

اس نے اپنا امیج بہتر بنایا، مشکل مراحل کو عمدگی سے ڈیل کیا، اپنی ذاتی مقبولیت بھی شوکی اور پاکستان کے روایتی ایشوز کو بھی دلیری سے بلا جھجک اُٹھایا۔ابھی تک جو سامنے آیا، اسے دیکھتے ہوئے عمران خان کو دس میں سے سات یا آٹھ نمبر دیئے جا سکتے ہیں۔صدر ٹرمپ پاکستانی وزیر اعظم پر مہربان محسوس ہوئے، انہوں نے اپنی پریس کانفرنس میں مکس اشارے دیئے، سفارتی زبان میں گاجر اور چھڑی دونوں کی ملفوف جھلک، مگر یہ واضح ہے کہ ٹرمپ کو اپنے افغانستان پلان کے لئے پاکستانی مدد کی شدید ضرورت ہے۔امریکہ جب تک افغانستان میں پھنسا ہوا ہے، تب تک وہ پاکستان کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔اس سے پاکستان کے لئے سانس لینے کی گنجائش، سہولت پیدا ہوئی ہے۔ہمیں اس وقت کو اچھے طریقے سے استعمال کر کے اپنے اندرونی مسائل نمٹا لینے چاہئیں۔معیشت سنوارے بغیر ہم آنے والے چیلنجز سے ڈیل نہیں کر سکتے۔

***

کامیابی کا شاہجہانی فارمولا

اے آر خان

مغل شہنشاہ جہانگیر کے پانچ بیٹے تھے' خسرو مرزا' پرویز مرزا' شاہ جہاں مرزا، شہریار مرزا اور جہاندار مرزا، شہزادہ شہریار چوتھا بیٹا تھا اور شاہ جہاں تیسرا، ملکہ نور جہاں نے جہانگیر سے دوسری شادی کی تھی۔ شیر افگن خان اس کا پہلا خاوند تھا۔ اس سے اس کی بیٹی تھی مہر النساء بیگم، نور جہاں اپنی بیٹی کی شادی شہریار سے کرنا چاہتی تھی اور اس کی خواہش تھی شہریار شادی کے بعد ہندوستان کا بادشاہ بن جائے۔ جہانگیر اپنی بیگم نور جہاں کے زیر اثر تھا۔ مورّخ لکھتے ہیں جہانگیر کہا کرتا تھا' میرے لئے ایک جام، ایک پارچہ گوشت اور نور جہاں کا ایک دیدار کافی ہے لیکن ملکہ کے تمام تر اثر کے باوجود شہنشاہ شہریار کی بجائے شاہ جہاں کو بادشاہ بنانا چاہتا تھا۔ ملکہ اور بادشاہ کے درمیان رسہ کشی شروع ہوگئی' ملکہ بار بار کہتی تھی اور بادشاہ بار بار ٹال جاتا تھا لیکن یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک جاری نہ رہ سکا۔ ایک دن فیصلے کی گھڑی آ گئی ملکہ نے بادشاہ سے سیدھا سیدھا پوچھ لیا ''آپ شہریار کو ولی عہد بنائیں گے یا نہیں! مجھے صاف جواب چاہیئے'' بادشاہ پھنس گیا' وہ تھوڑی دیر سوچتا رہا اور پھر آہستہ سے بولا ''ہم یہ فیصلہ دونوں شہزادوں پر چھوڑتے ہیں' ہم دونوں کو بلاتے ہیں' میں دونوں سے ایک سوال کروں گا اور جس کا جواب اچھا ہوگا ہم اسے ہندوستان کا بادشاہ نامزد کردیں گے'' ملکہ مان گئی' بادشاہ نے دونوں شہزادوں کو طلب کیا اور سامنے کھڑا کردیا' شہزادے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے' بادشاہ نے دونوں سے صرف ایک سوال کیا ''ہم اگر آپ کو ہندوستان کا بادشاہ بنادیں تو آپ اس ملک کی کس طرح حفاظت کریں گے؟'' بادشاہ نے دونوں کو سوچنے کے لیے ایک ایک منٹ دے دیا' ایک منٹ بعد شہزادہ شہریار بولا ''ابا حضور آپ نے اگر مجھے یہ ذمہ داری سونپی تو میں ماں کی طرح ہندوستان کی خدمت کروں گا'' بادشاہ نے سنا اور سر ہلا کر پوچھا ''شہزادہ حضور ماں کی طرح کیوں' باپ یا بچے کی طرح کیوں نہیں؟''۔ شہزادے نے فوراً جواب دیا ''ماں ہمیں جنم بھی دیتی ہے' ہماری حفاظت بھی کرتی ہے اور ہماری پرورش بھی' یہ نہ ہو تو ہم پیدا ہوں اور نہ پل کر جوان ہوں' ماں اللہ کی نظر میں بھی مقدس ترین ہستی ہے۔ اللہ نے اس

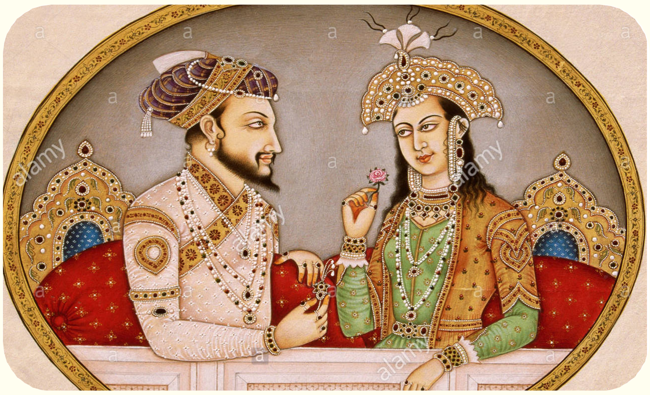

کے پاؤں میں جنت رکھی ہے اور برے سے برا مسلمان بھی جنت کو اپنے ہاتھوں سے نہیں جانے دیتا چنانچہ میں سعادت مند بیٹے کی طرح اپنے ملک کو ماں سمجھ کر اس کی خدمت کروں گا'' بادشاہ اس کے بعد شاہ جہاں کی طرف مڑا اور اس سے پوچھا ''اور شہزادہ حضور اگر آپ کو یہ ذمہ داری سونپی جائے تو آپ کیا کریں گے؟''۔ شاہجہاں نے ادب سے عرض کیا ''ظل الٰہی! میں اس ملک کی خدمت نہیں کروں گا' میں اس سے محبوب کی طرح محبت کروں گا'' یہ جواب سن کر بادشاہ' ملکہ اور شہریار تینوں حیران رہ گئے اور انہوں نے شاہ جہاں سے پوچھا ''ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھے'' شاہ جہاں نے جواب دیا ''حضور ماں سے محبت مسلمہ ہے لیکن آج تک کسی بیٹے نے اپنی ماں کے لئے جان نہیں دی۔ دنیا میں صرف محبوبہ وہ رشتہ ہے جس کے لیے لوگ جان دیتے بھی ہیں اور جان لیتے بھی ہیں اور میں اس ملک کو اپنی محبوبہ سمجھوں گا اور محبوب کی طرح اس سے عشق کروں گا اور مجھے اگر اس عشق کے لئے جان لینی پڑی تو میں لوں گا اور مجھے اگر اپنی جان دینی پڑی تو میں وہ بھی دوں گا'' یہ جواب سن کر بادشاہ کے منہ سے قہقہہ نکل گیا۔ اس نے ملکہ نور جہاں کی طرف دیکھا اور ملکہ نے

شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ جہانگیر 28 اکتوبر 1627ء کو انتقال کر گیا اور شاہ جہاں نے تخت سنبھال لیا۔ وہ 30 سال ہندوستان کا بادشاہ رہا' یہ 30 سال ہندوستان کی تاریخ کے شاندار ترین سال تھے۔ آپ کو آج ہندوستان میں مغلوں کی جتنی نشانیاں ملتی ہیں وہ سب ان 30 برسوں میں تخلیق ہوئیں اور ان کے پیچھے شاہ جہاں کا دماغ اور جذبہ تھا' آپ تاج محل دیکھ لیجیے' یہ دنیا کے سات عجوبوں میں شامل ہے' یہ ہندوستان میں گنبد والی پہلی عمارت تھی' شاہ جہاں نے اس کے لئے اٹلی' ترکی اور ایران سے ایکسپرٹس منگوائے اور اس پر اس دور میں 32 ملین ہندوستانی روپے خرچ ہوئے۔ تاج محل اس زمانے میں دنیا کی مہنگی ترین عمارت تھی' آپ دہلی کا لال قلعہ دیکھ لیجیے۔ یہ آج عالمی سطح پر بھارت کی نشانی ہے' یہ قلعہ بھی شاہ جہاں نے بنوایا۔ لاہور قلعے کی موتی مسجد تعمیر کا عظیم معجزہ ہے' آپ اس کے اندر جا کر دیکھیں یہ چھوٹی سی مسجد آپ کی رُوح کا حصہ بن جائے گی۔ یہ شاہ جہاں نے بنوائی تھی۔ لاہور قلعے کی بیرونی

دیوار اور شیش محل بھی شاہ جہاں نے بنوایا تھا' شاہ جہاں نے شیش محل کی جگہ سونے کا محل بنوایا تھا۔ ملکہ ممتاز محل کو پتا چلا تو اس نے کہا' بادشاہ سلامت سونے کے محل پوری دنیا میں ہیں' آپ اگر مجھ سے واقعی محبت کرتے ہیں تو آپ مجھے ستاروں کا محل بنا کر دیں۔ بادشاہ نے حکم دیا' ''سونے کا محل گرا دیا جائے'' محل گرا دیا گیا' بادشاہ نے اس کے بعد شیش محل کی ڈرائنگ بھجوائی اور شیش محل بن گیا' آپ کسی دن رات کے وقت شیش محل جائیں۔ چھوٹی سی ٹارچ جلائیں اور اس کے بعد ستاروں کو زمین پر اُترتے ہوئے دیکھیں۔ آپ لاہور کی مسجد وزیر خان دیکھیں' دہلی کا قطب مینار دیکھیں' یہ مینار قطب الدین ایبک نے بنوایا تھا لیکن اس کی توسیع اور مضبوطی کا کام شاہ جہاں نے کرایا۔ آپ سری نگر اور لاہور کے شالیمار گارڈن دیکھ لیں' آپ دہلی کی جامع مسجد دیکھ لیں۔ آپ تخت طاؤس کو بھی لے لیجیے' یہ تخت بھی شاہ جہاں نے 1635ء میں بنایا تھا اور اس پر سونا اور قیمتی ہیرے جواہرات لگے تھے' آپ کوہ نور ہیرے کو لے لیجیے' یہ ہیرا بھی شاہ جہاں نے حاصل کیا تھا اور اپنے تاج میں لگوایا تھا اور آپ ٹھٹھہ کی شاہ جہاں مسجد کو بھی دیکھ لیجیے' یہ دنیا کی واحد عمارت ہے جس میں 93 گنبد

ہیں غرض آپ ہندوستان کی کسی بھی شاندار عمارت کی تاریخ کھود کر دیکھ لیں' آپ کو اس کے پیچھے شاہ جہاں ملے گا' شاہ جہاں کی محبت صرف یہاں تک محدود نہیں تھی بلکہ آپ مغل آرٹ' مغل آرکی ٹیکچر' مغل میوزک اور مغل لٹریچر بھی لے لیجیے۔ یہ سارے فن شاہ جہاں کے دور میں پروان چڑھے اور اسی کے زمانے میں نقطہ کمال تک پہنچے چناں چہ شاہ جہاں نے جہانگیر سے جو کہا تھا وہ کر دکھایا۔ اس نے ملک سے واقعی محبوبہ کی طرح محبت کی' اس نے ثابت کر دیا ملکوں کو وہی لوگ بناتے ہیں جو ملکوں سے محبوب کی طرح محبت کرتے ہیں۔ میں جب بھی لوگوں کو ماں یا باپ کی قسم

کھاتے دیکھتا ہوں تو میں ہنس کر ان سے کہتا ہوں ''ابا یا اماں نہیں محبوبہ یا بیوی کی قسم کھاؤ'' اور وہ قہقہہ لگا کر منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محبت میں جنون رکھا ہے' انسان اپنی ماں یا اولاد سے گفتگو سے تھک جاتا ہے' یہ عبادت کو زیادہ وقت نہیں دے گا لیکن محبوب یا محبوبہ سے ساری ساری رات گفتگو کرتا رہے گا' یہ موبائل پر گھنٹوں بات کرے گا لیکن تھکے گا نہیں' یہ مل مل کر اور دیکھ دیکھ کر بھی نہیں اُکتائے گا اور عاشق ایک دوسرے کا دہائیوں تک انتظار بھی کر لیں گے' محبت کمال جذبہ ہے' دنیا جہاں کی تخلیقات اس جذبے سے جنم لیتی ہیں' آپ آرٹ کو دیکھ لیجیے' ادب' شاعری' تصوف' آرکی ٹیکچر اور بزنس کو دیکھ لیجیے' آپ کو ہر بڑا فن کار محبت کی کوکھ سے جنم لیتا نظر آئے گا۔

شاعر صرف شاعر ہوتا ہے۔ محبت آتی ہے اور عام شاعر عظیم ہو جاتا ہے۔ دکان دار صرف دکان دار اور کھلاڑی صرف کھلاڑی ہوتا ہے۔ محبت ڈنک مارتی ہے اور پرچون کا دکان دار بزنس مین اور عام کھلاڑی بین الاقوامی بن جاتا ہے۔ انسان 28 جذبے ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے۔ ان 28 جذبوں میں

صرف محبت میں ایٹمی طاقت ہے' یہ انسان کو اندر اور باہر سے جلا کر کندن بنا دیتی ہے چناں چہ میرے پاس جب بھی کوئی نوجوان کام یابی یا ترقی کا نسخہ لینے آتا ہے تو میں اسے شاہ جہاں کا یہ واقعہ سناتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں' تم جتنا وقت اپنی محبوبہ یا محبوب کو دیتے ہو تم اس سے آدھا وقت اپنے مقصد کو دے دو۔تم جتنی محبت کسی دوسرے سے کرتے ہو تم اس سے آدھی محبت اپنے ارادے سے کرلو تم چند برسوں میں وہاں پہنچ جاؤ گے جس کا تم نے تصور بھی نہیں کیا' تم بس ایک دفعہ شاہ جہاں بن جاؤ اور اس کے بعد تم تماشا دیکھو۔تم دنیا کو حیران کر دو گے' خواہش اور ارادے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔''میں یہ چاہتا ہوں'' اور ''میں یہ کر رہا ہوں'' آپ دونوں میں زمین آسمان کا فرق دیکھیے۔ ''میں کر رہا ہوں'' ارادہ ہے اور ''میں چاہتا ہوں'' خواہش ہے' ترقی اور کام یابی ارادے سے ملتی ہے خواہش سے نہیں اور ارادہ محبت سے جنم لیتا ہے۔آپ جتنی محبت کرتے جاتے ہیں آپ کا ارادہ اتنا ہی پختہ ہوتا جاتا ہے' آپ اپنے گول کے اتنے ہی قریب ہوتے جاتے ہیں چناں چہ آپ اپنے گول سے محبت کریں' آپ پار لگ جائیں گے' دنیا میں اگر کتا بھی محبت کرے تو یہ بھی اصحاب کہف کے ساتھ جنت کا حق دار ہو جاتا ہے اور آپ تو ہیں ہی انسان' آپ کہاں تک نہیں پہنچ سکتے؟ فرہاد نے محبت میں چار پتھر کاٹے تھے' پتھر' نہر فرہاد اور شیریں چاروں رُخصت ہو گئے لیکن دنیا جب تک دنیا ہے فرہاد کی نہر محبت کی داستانوں میں زندہ رہے گی اور آپ کی خواہش تو معمولی سی کام یابی کی معمولی سی تمنا ہے۔یہ کیوں پوری نہیں ہوگی؟۔آپ کیسے ناکام رہ سکتے ہیں لہٰذا آپ جو چاہتے ہیں آپ اسے اپنی محبوبہ بنالیں اور خود کو محبوب اور اس کے بعد آپ کمال دیکھیے' آپ اپنی کھلی آنکھوں سے وقت اور حالات کو تبدیل ہوتے دیکھیں گے۔آپ یقین کریں اگر محبت میں جان نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کبھی نہ کہتا' تم اگر مجھے پانا چاہتے ہو تو تم مجھ سے اپنے مال' جان اور اولاد سے زیادہ محبت کرو' میں تمہیں مل جاؤں گا' محبت تو انسان کو خدا تک پہنچا سکتی ہے' یہ چھوٹی' معمولی سی کام یابی کیا چیز ہے؟ اور یہ ہے کام یابی کا شاہ جہانی فامولا!۔ایک دریا کے کنارے دو سردار دریا کے اندر چمچ سے دہی ڈال رہے تھے۔ایک پٹھان وہاں آیا اور پوچھا ''بھائی یہ کیا کر رہے ہو۔؟''

سردار بولے ''ہم لسّی بنا رہے ہیں'' پٹھان'' ہا.....ہا..... ہا او پاگل کے بچو اسی لیے لوگ تم پہ لطیفے بناتے ہیں اتنی لسّی پیئے گا تمہارا باپ۔

***

قرآن کیا کہتا ہے۔ عاصی صحرائی

دوسروں کا مال بلاضرورت خرچ نہ کرو۔❁-لوگوں کے درمیان صلح کراؤ❁-بدگمانی سے بچو❁-غیبت نہ کرو'۔❁-جاسوسی نہ کرو❁-خیرات کیا کرو❁-غرباء کو کھانا کھلایا کرو❁-ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کیا کرو'❁-فضول خرچی نہ کیا کرو'❁-خیرات کر کے جتلایا نہ کرو❁-مہمانوں کی عزت کیا کرو❁-نیکی پہلے خود کرو اور پھر دوسروں کو تلقین کرو❁-زمین پر برائی نہ پھیلایا کرو'❁-لوگوں کو مسجدوں میں داخلے سے نہ روکو'❁-صرف ان کے ساتھ لڑو جو تمہارے ساتھ لڑیں'❁-جنگ کے دوران جنگ کے آداب کا خیال رکھو'❁-جنگ کے دوران پیٹھ نہ دکھاؤ'❁-مذہب میں کوئی سختی نہیں❁-تمام انبیاء پر ایمان لاؤ'❁-حیض کے دنوں میں مباشرت نہ کرو'❁-بچوں کو دو سال تک ماں کا دودھ پلاؤ'❁-جنسی بدکاری سے بچو'❁-حکمرانوں کو میرٹ پر منتخب کرو۔❁-کسی پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو'❁-نفاق سے بچو۔❁-کائنات کی تخلیق اور عجائب کے بارے میں گہرائی سے غور کرو'❁-عورتیں اور مرد اپنے اعمال کا برابر حصہ پائیں گے❁-منتخب خونی رشتوں میں شادی نہ کرو❁-مرد کو خاندان کا سربراہ ہونا چاہیے'❁-بخیل نہ بنو❁-حسد نہ کرو❁-ایک دوسرے کو قتل نہ کرو❁-فریب (فریبی) کی وکالت نہ کرو❁-گناہ اور شدت میں دوسروں کے ساتھ تعاون نہ کرو'❁-نیکی میں ایک دوسری کی مدد کرو'❁-اکثریت سچ کی کسوٹی نہیں ہوتی'❁-صحیح راستے پر رہو❁-جرائم کی سزا دے کر مثال قائم کرو'❁-گناہ اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرتے رہو'❁-مردہ جانور' خون اور سور کا گوشت حرام ہے'❁-شراب اور دوسری منشیات سے پرہیز کرو'❁-جواء نہ کھیلو'❁-ہیرا پھیری نہ کرو'۔❁-چغلی نہ کھاؤ'❁-کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو'❁-نماز کے وقت اچھے کپڑے پہنو'❁-آپ سے جو لوگ مدد اور تحفظ مانگیں ان کی حفاظت کرو' انھیں مدد دو'❁-طہارت قائم رکھو❁-اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو❁-اللہ نادانستگی میں کی جانے والی غلطیاں معاف کر دیتا ہے'❁-لوگوں کو دانائی اور اچھی ہدایت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاؤ۔❁-کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اِسلام آباد ایئر پورٹ بمقابلہ دنیا کے ایئر پورٹس (کشور ناہید)

ماضی کی باتیں چھوڑیں، پاکستان اور خاص کر اسلام آباد کے نئے ائیرپورٹ بمقابلہ سنگاپور، استنبول، اور دبئی ائیرپورٹ پر واضح طور پر باتیں کرلیں۔ ان تمام مذکورہ ایئرپورٹس پر مسافروں کے لئے برابر برابر کم ازکم چھ لفٹیں لگی ہوئی ہیں۔ ہر لفٹ میں افراد آسکتے ہیں۔ جبکہ ہمارے نئے ائیرپورٹ پر جو لفٹ لگی ہوئی ہے اس میں صرف دو افراد آسکتے ہیں۔ مسافروں کے 500 لوگوں کے ہال میں صرف دو باتھ روم ہیں۔ اس ہال میں نہ پینے کا پانی، چائے، کافی یا چپس وغیرہ میں سے کچھ بھی تو نہیں۔ مسافروں کے سارے راستے اونچے نیچے شیشوں کے ساتھ بھاں بھاں کررہے ہیں کہ نہ کہیں شیلٹر ہے۔ نہ کوئی اشتہار، نہ پاکستان کے سیاحتی مقام کی تصویریں، نہ پاکستان کرافٹ کی کوئی شاپ، نہ کتابوں کا کوئی اسٹال، صرف گراؤنڈ فلور پر 300 روپے کا چائے کا کپ 400 روپے کا کافی کا کپ اور اگر کچھ کھانا ہو تو اپنی جیب دیکھ لیں۔ جہاں سامان آتا ہے وہاں ٹرک آرٹ سے اس قدر بھدے طریقے سے دیواریں بھری ہیں کہ آنکھیں بند کرنے کو جی کرتا ہے۔ کہنے کو بین الاقوامی ہوائی اڈہ ہے۔ نہ ڈیوٹی فری دکانیں ہیں نہ مٹھائی اور پرفیوم کی، کراچی ایئرپورٹ اور لاہور ایئرپورٹ کی طرح مسافروں کیلئے تفریح اور ڈرنکس کے کارنر نہیں بنے ہوئے۔ ٹرانسپورٹ کا انتظام ہے ہی نہیں، ہزاروں میں ٹیکسی ملتی ہے۔ اب جا کر کرنسی ایکسچینج کا کاؤنٹر بنا ہے۔ مسافروں کے جانے کے لئے ایک مستطیل نما لاؤنج بنا دیا ہے، دیواریں خالی ہیں، کچھ نہیں تو مختلف ایئرلائنوں کے پبلسٹی پوسٹر ہی لگادیں کچھ نہیں ہے تو ہمارے فوٹوگرافر دوست سمیع الرحمان کی پاکستان بھر کی کھینچی ہوئی اور انعام پانے والی تصاویر خرید کر لگادیں یا اس کو ٹھیکہ دے دیں کہ وہ ائیرپورٹ کو سجا دے۔ دبئی ائیرپورٹ پر پہلے صرف بین الاقوامی برانڈ کی دکانیں اور سونے کے مراکز ہوتے تھے۔ اب انہوں نے بھی اپنی کرافٹ، کپڑے عطر اور طرح طرح کے حقے، پیچوان، کفتان اور عورتوں کے چغے رکھے ہوئے ہیں۔ اب تو مغربی لباس بھی بنا رہے ہیں۔ سنگاپور ایئرپورٹ پر آپ گھنٹوں بیٹھیں، اتنے کھیل، لوازمات، دکانیں اور پھر مقامی کرافٹ بازار کے علاوہ بچوں کے کھیلنے کیلئے الگ ایک پورا ایپرن، جگہ جگہ خودکار ورزشی کرسیاں موجود ہیں، مجال ہے کہیں کوئی نمکو کا خالی تھیلا پڑا ملے۔

استنبول کا نیا ایئرپورٹ بھی بے پناہ خوبصورت اور دنیا بھر کی دلچسپیوں سے بھرپور، دنیا بھر کے کھانوں کی اقسام، ڈرنکس اور کرافٹ کے علاوہ کتابوں کو کمپیوٹر پر بھی پڑھنے کا انتظام اور ساری دنیا کے کمپیوٹر گیمز بھی موجود ہیں۔ پورے وقت ٹرکش میوزک اور کھانوں کی خوشبو میں قہقہے شامل ہوتے ہیں تو ایک دفعہ تو مڑ کر مسکراتے چہرے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ویسے وہ بھی مسلم ملک ہے۔ انڈیا میں دلی، بمبئی، کلکتہ، مدراس، اجمیر اور آگرہ کے ایئرپورٹ پر سموسوں، پکوڑوں، دہی بڑوں، ڈوسا کے علاوہ بریانی اور مغربی کھانوں کے سینکڑوں کاونٹر اور کرافٹ اور میوزک سینٹرز ہیں۔ اب دوحرف نئی حکومت نے ان گیارہ ماہ میں اس ایئرپورٹ کیلئے ٹرانسپورٹ تک کا تو انتظام نہیں کیا ہے۔ جس کا جی چاہے آپ کے سوٹ کیس کیلئے بھاگتا ہے اور 500 روپے مانگتا ہے۔ اب دیکھیں پشاور اور کوئٹہ ایئرپورٹ، بالکل بسوں کے اڈے لگتے ہیں۔ جبکہ اب بسوں والوں نے بھی کھانے پینے کے اسٹال لگائے ہوئے ہیں۔ کوئی گفٹ شاپ نہیں ہے۔ کوئی بچوں کے کھیلنے کیلئے جگہ نہیں بنی ہوئی۔ کسی ماں کو بچے کیلئے دودھ چاہئے، وہ نہیں ہے۔ اسلام آباد سے ائیرپورٹ تک کا فاصلہ چالیس کلومیٹر ہے۔ اب اس راستے میں نظر آنے والے منظر ملاحظہ فرمائیں۔ ادھوری پڑی ہوئی میٹرو کے کہیں جنگلے، کہیں ٹوٹی ہوئی سڑکیں، کہیں بنے بنائے ہوٹل اور ریسٹورنٹ گرے ہوئے۔ یہی حال

شادی ہالوں کا بھی ہے۔ چونکہ پیسے نہیں اس لئے میٹرو کچھوے کی چال بھی نہیں چل رہی اس لئے لوگوں کو اتنی مہنگی ٹیکسیاں کر کے آنا پڑتا ہے۔ یہ وقت کا ضیاع اور پیسے کا بھی۔ کہ جہاز موجود ہی نہیں۔ آجکل تو یہ بہت عام ہے کہ زیادہ تر جہازوں کو حاجیوں کو لانے لیجانے میں لگا کر کبھی ویت نام تو کبھی جنوبی کوریا سے کرائے پر جہاز معہ غیر ملکی عملے کے لینا پڑتا ہے۔ یوں تو ساری دنیا میں ایئرپورٹس شہر سے دور ہی ہوتے ہیں۔ لندن یا نیو یارک یا میلبرن ایئرپورٹس کم از کم 90 کلومیٹر دور ہیں۔ مگر ایئرپورٹس پر ہر طرح کی سہولتیں کہ کوئی 5 ڈالر خرچ کرنا چاہے تو کوئی 50 ڈالر، ہر طرح کی چیزیں دستیاب ہیں۔ سادگی والی حکومت اگر ایک ماڈرن کھوکھا کھول دے۔ بس دال + روٹی دستیاب ہو۔ ہر ایسی مزیدار جیسی لاہور کے دال چاول والوں کے پاس ہوتی ہے۔

پھر دیکھیں ایئرپورٹ کی رونقیں۔ لوگ میاں جی کی دال بھول گئے ہیں جب سے وہ دال ڈونگوں اور ہوٹل کے ایئر کنڈیشنڈ ہال میں دستیاب ہے۔ مزا تو جب تھا جب اسٹیل کی تھالی میں دال، چھوٹی ہنڈیا میں اچار اور دیسی گھی میں تندوری پراٹھا ملتا تھا۔ بالکل اسی طرح کہ اب یوں تو دلی میں بھی اور لندن کی گلیوں میں آپ کو ٹکا ٹک مل جاتا ہے مگر جو مزا لکشمی چوک میں آتا ہے، اسکا کوئی جواب نہیں، مجھے یاد ہے سنگاپور سے میرے دوست کی فیملی آئی، ہوٹل میں ٹھہری، وہاں ویجیٹیرین ہونے کے ناتے انہیں صرف ماش کی دال ملتی تھی۔ وہ گھبرائے میرے پاس آئیکہ خدا کے لئے ہمیں سبزیاں وردوسری دالیں کھلائیں۔ نئے ایئرپورٹ پر کیا کچھ چاہئے۔ آپ بھی یہی سوچتے ہیں۔

پاگل ٹیکسی ڈرائیور

وہ ایک خستہ حال بیہوش عورت کو لیکر ہسپتال کی ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہوا۔ جسکے ساتھ دو نو عمر بچے تھے۔ شکل وشباہت سے بھکاری لگ رہے تھے۔ ڈاکٹر نے مریضہ کو دیکھا اور بولا۔ ''اس بی بی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ اگر فوری امداد نہ دی گئی تو یہ مر جائیگی۔ فوری علاج کیلئے خاصی رقم کی ضرورت ہے'' سنتے ہی بچوں نے چیخنا شروع کر دیا۔ وہ شخص کبھی ڈاکٹر کو دیکھتا، کبھی مریضہ کو اور کبھی بچوں کو۔ کیا لگتی ہیں یہ آپ کی؟ ڈاکٹر نے اس شخص کو تذبذب میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کچھ نہیں۔ میں ٹیکسی چلاتا ہوں۔ اسے سڑک پہ لیٹے دیکھا، اسکے پاس بیٹھے یہ دونوں بچے رو رہے تھے۔ میں ہمدردی میں یہاں لے آیا ہوں۔ میری جیب جو ہے، دے دیتا ہوں۔ اس نے جیب سے جمع پونجی نکال کر میز پر رکھ دی۔ ڈاکٹر نے پیسوں کیطرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ بابا جی! یہ بہت تھوڑے پیسے ہیں۔ ڈھیر سارے پیسے چاہئیں۔۔۔ وہ بے بسی میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ کبھی آسمان کیطرف دیکھتا کبھی دیواروں کیطرف۔ اچانک ایک چمک سی اسکے چہرے پر عیاں ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب! آپ اسکی جان بچائیں۔ یہ میری گاڑی کے کاغذات ضمانت ہیں۔ میں ابھی پیسے لیکر آتا ہوں۔ وہ چلا گیا۔ ڈاکٹر نے ابتدائی طبی امداد شروع کر دی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دو لوگوں کے ساتھ واپس آیا۔ ڈاکٹر صاحب! میں نے ٹیکسی بیچ دی ہے۔ آپ پیسوں کی فکر نہ کریں۔ اس نے گاڑی کے کاغذات ساتھ آنے والوں کو دیتے ہوئے کہا۔ صورت حال کو بھانپتے ہوئے، قریب کھڑا ایک خوش باش نوجوان پوچھنے لگا۔ کیا لگتی ہیں یہ خاتون آپکی؟؟؟ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں۔ مگر کوئی رشتہ ضرور ہے جو مجھے اسکی زندگی اپنے روزگار سے زیادہ اہم لگی ہے۔ ٹیکسی کا کیا ہے، میں کرائے پہ لیکر چلا لوں گا۔ اگر یہ مر گئی تو یہ بچے بھی جیتے جی مر جائیں گے۔ قیامت کے روز اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ مجھے ایک انسان کی زندگی سے زیادہ اپنی ٹیکسی عزیز تھی۔ ساتھ آنے والے پیسے گن رہے تھے اور ساری کہانی بھی سن رہے تھے۔ آپ اپنے پیسے واپس رکھ لیں، اسکی ٹیکسی اسی کے پاس رہنے دیں۔ علاج کے پیسے میں ادا کر دیتا ہوں۔ نوجوان بولا۔ نہیں بابو! سودا ہو گیا ہے۔ ہم ٹیکسی بھی نہیں لے جا رہے اور پیسے بھی دے رہے ہیں۔ ٹیکسی کے لئے نہیں علاج کے لئے۔ دونوں شخص یک زبان بولے۔ یہ بڈھا تو پاگل ہو گیا ہے۔ اس عمر میں کون اسے کرائے پر ٹیکسی دے گا۔ ہم تو کمانے آئے تھے۔ یہ آدھی قیمت پر ٹیکسی بیچ رہا تھا۔ ہمیں دگنا منافع تھا۔ اب ہم ستر گنا منافع کمائیں گے۔ پیسے نہیں تو نہ سہی، ایک نیکی ہی سہی۔ وہ پیسے میز پر رکھتے ہوئے اُٹھے۔'' ڈاکٹر صاحب! اور ضرورت پڑے تو ہمیں اس نمبر پر کال کر دینا۔'' اپنا کارڈ ڈاکٹر کو دیتے ہوئے ہسپتال سے باہر نکل گئے۔ ٹیکسی والا زار و قطار روئے جا رہا تھا۔ بابو! اللہ کو میری ٹیکسی پسند نہیں آئی، پیسے والے نیکی لے گئے اور میں غریب پھر خالی ہاتھ رہ گیا۔

***

جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

دل کھوٹا، شوق قدوائی   انتخاب- اعجاز یڈاپچ

مسکرائیے! ایک دفعہ مولانا ظفر علی خان کے نام مہاشہ کرشن ایڈیٹر ''پرتاپ'' کا دعوت نامہ آیا جس میں لکھا تھا: ''فلاں دن پروشنا فلاں سمت بکرمی میرے سُپتّر ویریندر کا مُونڈن سنسکار ہوگا۔ شریمان سے نویدن ہے کہ پدھار کر مجھے اور میرے پریوار پر کرپا کریں۔ شُبھ چِنتک کرشن (فلاں دن میرے بیٹے ویریندر کی سرمُنڈائی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ تشریف لا کر مجھ اور میرے خاندان پر مہربانی کریں۔) مولانا نے آواز دی سالک صاحب! ذرا آئیے گا۔ فرمایا کہ مہربانی کرکے اس دعوت نامے کا جواب آپ میری طرف سے لکھ دیجیے۔ برسات کے دن ہیں، بارش تھمنے کا نام نہیں لیتی، میں کہاں جاؤں گا، مع۔ برسوں-کا-قرض،-آج-کی--مہنگائی قصور-

تلاک، تلاق، طلاق یا تلاخ...

ایک مرتبہ مولانا حالی کے پاس مولوی وحیدالدین سلیم (سرسید احمد خان کے لٹریری اسسٹنٹ) بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور مولانا حالی سے پوچھنے لگا۔ ''حضرت، میں نے غصہ میں آکر اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تجھ پر تین طلاق، لیکن بعد میں مجھے اپنے کیے پر افسوس ہوا، بیوی بھی راضی ہے مگر مولوی کہتے ہیں کہ طلاق پڑ گئی، اب صلح کی کوئی شکل نہیں، خدا کے لیے میری مشکل آسان فرمائیں اور کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ میری بیوی گھر میں دوبارہ آباد ہوسکے۔'' ابھی مولانا حالی کوئی جواب نہیں دینے پائے تھے کہ مولوی سلیم اس شخص سے کہنے لگے۔ بھئی یہ بتاؤ کہ تو نے طلاق ''ت'' سے دی تھی یا ''ط'' سے؟ اس شخص نے کہا۔ جی میں تو ان پڑھ اور جاہل آدمی ہوں، مجھے کیا پتہ کہ ت سے کیسی طلاق ہوتی ہے اور ط سے کیسی ہوتی ہے۔ مولوی صاحب نے اس سے کہا: میاں یہ بتاؤ کہ تم نے قرات کے ساتھ کھینچ کر کہا تھا کہ ''تجھ پر تین طلاق'' جس میں ط کی آواز پوری نکلتی ہے یا معمولی طریقہ پر کہا تھا جس میں ط کی آواز نہیں نکلتی بلکہ ت کی آواز نکلتی ہے۔ بیچارے غریب سوال کنندہ نے کہا: جی مولوی صاحب، میں نے معمولی طریقہ پر کہا تھا، قرات سے کھینچ کر نہیں کہا تھا۔ یہ سننے کے بعد مولوی سلیم صاحب نے پورے اطمینان کے ساتھ اس سے کہا: ہاں بس معلوم ہوگیا کہ تو نے ت سے تلاق دی تھی اور ت سے کبھی طلاق پڑ ہی نہیں سکتی۔ ت سے تلاق کے معنی ہیں آ محبت کے ساتھ مل بیٹھ۔ تو بے فکر ہوکر اپنی بیوی کو گھر لے آ اور اگر کوئی مولوی اعتراض کرے تو صاف کہہ دیجو کہ میں نے تو ت سے تلاق دی تھی ط سے ہرگز نہیں دی۔

(نقوش۔ لاہور طنز و مزاح نمبر 1959ء)

نجات المومنین

ایک دفعہ عبدالمجید سالک کسی کام کے سلسلے میں حکیم فقیر محمد چشتی صاحب کے مطب پر گئے وہاں مشہور طوائف نجو بھی دوا لینے آئی تھی۔ کھلا ہوا چمپئی رنگ، سر پر ایک سفید ریشمی دوپٹہ جس کے کنارے چوڑا نقرئی لپہ لگا ہوا تھا۔ سالک جو پہنچے تو حکیم صاحب نے اس سے کہا یہ تمہارے شہر کے بہت بڑے شاعر اور ادیب سالک صاحب ہیں۔ آداب بجا لاؤ۔ وہ سرو قد اُٹھ کھڑی ہوئی اور جھک کر آداب بجا لائی۔ پھر سالک سے کہا یہ لاہور کی مشہور طوائف نجو ہیں۔ آپ اس کوچے سے نابلد سہی لیکن نام تو سنا ہوگا۔ سالک نے کہا: جی ہاں! نام تو سنا ہے لیکن نجو بھلا کیا نام ہوا؟ حکیم صاحب فرمانے لگے: لوگ نجو نجو کہہ کے پکارتے ہیں پورا نام تو نجات المومنین ہے۔

(اندھیر نگری۔ از سعادت حسن منٹو) قصوروار کون؟

کچھ انڈین گانے جن سے بیماریوں کی تشخیص ہوتی ہے

جیا جلے جان جلے رات بھر دھواں چلے۔

بیماری: بخار fever

تڑپ تڑپ کے اس دل سے آہ نکلتی رہی۔

بیماری: دل کا دورہ infarction-myocardial

سہانی رات ڈھل چکی ہے نہ جانے تم کب آؤ گے۔

بیماری: قبض constipation-chronic

بیڑی جلاء لے جگر سے پیا- جگر مہ بڑی آگ ہے۔

بیماری: معدے کا زخم Disease- Peptic-Acid

تجھے یاد نہ میری آئی کسی سے اب کیا کہنا۔

بیماری: بھولنے کا مرض۔ Dementia

من ڈولے میرا تن ڈولے۔

بیماری: چکر۔ vertigo

ٹپ ٹپ برسا پانی پانی نے آگ لگائی۔

بیماری: مثانے کا انفیکشن۔ UTI

جیا دھڑک دھڑک جائے۔

بیماری: Palpitations

ہائے رے ہائے نیند نہیں آئے۔

بیماری: بے خوابی۔۔۔۔ Insomnia

بتانا بھی نہیں آتا چھپانا بھی نہیں آتا۔

بیماری: بواسیر۔۔ Haemmorhoids

اور اخیر میں۔ لگی آج ساون کی پھر وہ جھڑی ہے۔

بیماری: دست۔۔ Diahrroea

ہم پاکستانی بھی نا کیا عمدہ قوم ہیں
جنگ لگے تو سب فوجی بن جاتے ہیں

کھیل کا میدان لگے تو سب کھلاڑی۔ الیکشن ہو تو سب سیاستدان۔ احتساب شروع ہو تو سب نیب۔ بجٹ آئے تو سب اکانومسٹ۔ خبر آئے تو سب تجزیہ نگار۔ کسی بیمار کو ملیں تو سب ڈاکٹر ڈاکٹر کو ملیں تو سب مریض بن جاتے ہیں کوئی شرعی مسئلہ پیش آئے تو سب مفتی کوئی متنازعہ مسئلہ پیش آئے تو سب وکیل شادی اور پروگرام کے موقع پر سب فنکار فضول رسم و رواج کے موقع پر سب مالدار اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام آئے تو سب زکاتہ کے مستحق بن جاتے ہیں اس قوم کی صلاحیت پانی جیسی ہے جس برتن میں ڈالو اسی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ دنیا کی لامحدود ایکسپرٹ قوم عالمی طاقتیں بھی بھی اس قوم سے پنگا لینے کی غلطی نہ کریں ورنہ بعد میں پچھتاوا کے علاوہ کچھ نہ لے سکو گے۔

انوکھے اشعار

اردو شاعری کی تاریخ میں بہت سے ایسے اشعار ہیں کہ جن کا ایک مصرعہ اتنا مشہور ہوا کہ ان کا دوسرا مصرعہ جاننے کی کبھی ضرورت محسوس ہی نہیں کی گئی۔ تو کیا یہ مصرعے ایسے ہی تخلیق ہوئے یا ان کا کوئی دوسرا مصرعہ بھی ہے؟؟

جی جناب ان کا دوسرا مصرعہ بھی ہے۔ ایسے اشعار کا ایک مصرعہ تو مشہور ہو گیا۔ مگر دوسرا وقت کی دھول میں کہیں کھو گیا۔ تو جناب لیجئے یہاں ان اشعار کو لکھ دیا جن کا صرف اک مصرعہ مشہور ہوا۔

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
”بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا“

ط ان کا بہت خوب عبارت بہت اچھا
”اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ“

نزاکت بن نہیں سکتی حسینوں کے بنانے سے
”خدا جب حسن دیتا ھے نزاکت آ ہی جاتی ہے“

یہ راز تو کوئی راز نہیں سب اہلِ گلستان جانتے ہیں
”ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ھے انجامِ گلستاں کیا ہوگا“

داورِ محشر میرے نامہ اعمال نہ کھول
”اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں“

کوئی جھوٹا نہیں شفیق مراد
سارے سچے ہیں کیا تماشا ہے

***

”میں کس کے ہاتھ پر اپنا لہو تلاش کروں“
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
”دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے“

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
”خوب گزرے گی جب مل بیٹھیں گے دیوانے دو“

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں
”مارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے“

مریضِ عشق پہ رحمت خدا کی
”مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی“

آخرِ گل اپنی صرفِ میکدہ ہوئی
”پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا“

بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر

’’ابھی کچھ لوگ باقی ہیں اِس جہاں میں‘‘
نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
’’بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے‘‘
نہ گورِ سکندر نہ ہی قبرِ دارا
’’مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے‘‘
غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سنا تم نے
’’کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سنا ہوتا‘‘
جذبہ شوق سلامت ہے تو انشاء اللہ
’’کچے دھاگے سے چلیں آئیں گے سرکار بندھے‘‘
قریب ہے یارو روزِمحشر چھپے گا کشتو کا خون کیونکر
’’جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا‘‘
پھول تو دو دن بہارِجاں فزا کھلا گئے
’’حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے‘‘
کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
’’ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا‘‘
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
’’صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں‘‘
اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے بھی ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
چل ساتھ کہ حسرت دلِ مرحوم سے نکلے
’’اشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے‘‘

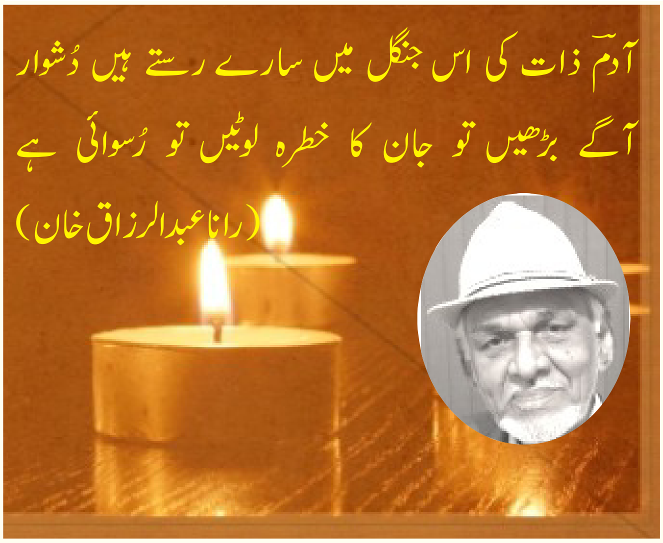

دم کرنے سے پانی میں شفا کیسے آتی ہے

سائینسی تحقیق

پانی کا اپنا کوئی رنگ ہے نہ بو اور نہ ہی کوئی ٹھوس ماہیت بلکہ پانی ہر چیز کے اثرات کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور جس چیز میں ڈالو وہی ماہیت اختیار کر لیتا ہے۔ایک جاپانی سائنس دان Dr.Masaru Emoto نے پانی پر مختلف تجربے کئے جس کا احوال ان کی کتاب The hidden message in water میں بیان کیا گیا ہے،جس کا اردو ترجمہ محمد علی سید نے اپنی کتاب ’’پانی کے عجائبات‘‘ میں بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے، جسے پڑھ کر ہمیں شکر اور ناشکری کے الفاظ کے حیران کن اثرات کا اندازہ ہوتا ہے۔اس جاپانی سائنس دان نے پانی کو اپنی لیبارٹری میں برف کے ذرات یعنی کرسٹلز کی شکل میں جمانے کا کام شروع کیا۔اس مقصد کے لئے اس نے ڈسٹلڈ واٹر، نلکے کے پانی اور دریا اور جھیل کے پانیوں کے نمونے لئے اور انھیں برف کے ذرات یعنی Crystals کی شکل میں جمایا۔اس تجربے سے اسے معلوم ہوا کہ پانی، اگر بالکل خالص ہو تو اس کے کرسٹل بہت خوبصورت بنتے ہیں لیکن اگر خالص نہ ہو تو کرسٹل سرے سے بنتے ہی نہیں یا بہت بدشکل بنتے ہیں۔اس نے دیکھا کہ ڈسٹلڈ واٹر سے (جو انجکشن میں استعمال ہوتا ہے) خوبصورت کرسٹل بنے، صاف پانی والی جھیل کے پانی سے بھی کرسٹل بنے لیکن نلکے کے پانی سے کرسٹل بالکل ہی نہیں بنے کیوں کہ اس میں کلورین اور دوسرے جراثیم کش اجزا شامل تھے۔

اس نے ایک اور تجربہ یہ کیا کہ ایک ہی پانی کو مختلف بوتلوں میں جمع کیا اور ہر بوتل کے سامنے مختلف قسم کی موسیقی بجائی موسیقی کی ہر قسم سے کرسٹلز کی ایک نئی شکل بنتی گئی۔مطلب پانی ہر موسیقی کا مختلف اثر لیتا گیا۔اس کے بعد اس نے ایک اور تجربہ کیا جس کے نتائج حیران کر دینے والے تھے۔اس نے شیشے کی سفید بوتلوں میں مختلف اقسام کے پانیوں کے نمونے جمع کئے۔ڈسٹلڈ واٹر والی بوتل پر اس نے لکھا ’’You Fool‘‘ اور نلکے کے پانی والی بوتل پر لکھا ’’Thank You‘‘ یعنی خالص پانی کو حقارت آمیز جملے سے مخاطب کیا اور نلکے کے پانی کو شکر گزاری کے الفاظ سے اور ان دو بوتلوں کو لیبارٹری میں

مختلف مقامات پر رکھ دیا۔ لیبارٹری کے تمام ملازمین سے کہا گیا جب اس بوتل کے پاس سے گزرو تو Fool You والی بوتل کے پانی کو دیکھ کر کہو ''Fool You'' اور ''Thank You'' والی بوتل کے پاس ٹھہر کر سینے پر ہاتھ رکھ کر جھک جاؤ اور بڑی شکر گزاری کے ساتھ اس سے کہو ''Thank You''۔ یہ عمل 25 دن جاری رہا۔ 25 ویں دن دونوں بوتلوں کے پانیوں کو برف بنانے کے عمل سے گزارا گیا۔ نتائج حیران کن تھے۔ ڈسٹلڈ واٹر سے (جو خالص پانی تھا اور اس سے پہلے اسی پانی سے بہت خوبصورت کرسٹل بنے تھے) کرسٹل تو بن گئے لیکن انتہائی بدشکل۔ ڈاکٹر اموٹو کے کہنے کے مطابق یہ کرسٹل اس پانی کے کرسٹل سے ملتے جلتے تھے جن پر ایک مرتبہ انھوں نے ''SATAN'' یعنی شیطان لکھ کر رکھ دیا تھا۔ نکلنے والا پانی جس سے پہلے کرسٹل نہیں بنے تھے، اس مرتبہ اس پر ''تھینک یو'' لکھا ہوا تھا اور کئی لوگ 25 دن تک اس پانی کو دیکھ کر ''تھینک یو'' کہتے رہے تھے، اس پانی سے بہترین اورخوب صورت کرسٹل بن گئے تھے۔ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ پانی باتوں کا بھی اثر لیتا ہے اور ویسی ہی ماہیت اپنا لیتا ہے۔ اچھی باتوں سے اچھی ماہیت اور بری باتوں سے بری۔ Thank you اور fool you والا تجربہ کھانے کی چیزوں کے ساتھ بھی کیا گیا۔ ایک کیک کے دو پیس کاٹے گئے اور ایک کو Thank you کہا گیا اور دوسرے کو You fool ایک بار پھر نتیجہ یہ نکلا کہ برے الفاظ والا کیک پیس اپنے نارمل وقت سے بھی بہت پہلے خراب ہو گیا جبکہ اچھے الفاظ والا کیک پیس اپنے نارمل وقت سے کافی زیادہ وقت تک تازہ اور ذائقہ دار رہا۔ مطلب کھانے پینے کی ہر چیز الفاظ اور سوچ کا اثر لیتی ہے۔ ان تجربات سے ہمیں یہ بات سمجھ آئی کہ جب ہم پانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہیں تو اس میں کس طرح برکت پیدا ہوتی ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں پر سورت فاتحہ یا کوئی بھی کلام پاک پڑھتے ہیں تو پانی کی ماہیت کس طرح تبدیل ہو کر پینے والے شفا دیتی ہے۔ جب ہم روٹی کے ہر لقمے پر اللہ کا نام یا واجد پڑھ کر کھاتے ہیں تو وہ کس طرح ہمارے اندر نور پیدا کرتا ہے۔ سبحان اللہ لیکن یہاں ایک اور تجزیہ بھی سامنے آتا ہے کہ ہم کھانے پینے کی اشیاء سامنے رکھ کر جو بولتے ہیں اور جو سوچتے ہیں ہمارے کھانے اس کا بھی اثر لیتے ہیں۔ منفی سوچ اور منفی باتوں کا برا اثر اور اچھی باتوں کا اچھا اثر کھانے کے دوران لوگوں کی غیبت کریں گے تو کھانا برا اثر لے کر ہمارے پیٹ میں جائے گا۔ اگر ٹی وی ڈرامے یا فلمیں دیکھتے ہوئے کھانا کھائیں گے تو وہ کھانا ہمارے پیٹ میں جا کر بھی ویسا ہی اثر دکھائے گا۔ بڑا ہی دلچسپ مضمون ہے۔ پڑھ کر حیرت کے ساتھ ساتھ فخر اور ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا۔ ہمارا دین ہمارا رب اور ہمارے مہربان نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال سے بھی پہلے ہمیں کیسی عظیم نعمتوں سے نوازا۔۔۔ سبحان اللہ

***

قرآن کیا کہتا ہے۔

عاصی صحرائی

❁- غربت کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو ❁- جس کے بارے میں علم نہ ہو اس کا پیچھا نہ کرو' ❁- پوشیدہ چیزوں سے دور رہا کرو (کھوج نہ لگاؤ) ❁- اجازت کے بغیر دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو ❁- اللہ اپنی ذات پر یقین رکھنے والوں کی حفاظت کرتا ہے' ❁- زمین پر عاجزی کے ساتھ چلو' ❁- دنیا سے اپنے حصے کا کام مکمل کر کے جاؤ ❁- اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر ❁- ہم جنس پرستی میں نہ پڑ ❁- صحیح (سچ) کا ساتھ دو' غلط سے پرہیز کر ❁- زمین پر ڈھٹائی سے نہ چلو ❁- عورتیں اپنی زینت کی نمائش نہ کریں۔ ❁- اللہ شرک کے سوا تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ❁- اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ ❁- برائی کو اچھائی سے ختم کرو ❁- فیصلے مشاورت کے ساتھ کیا کرو۔ ❁- تم میں وہ زیادہ معزز ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے ❁- مذہب میں رہبانیت نہیں ❁- اللہ علم والوں کو مقدم رکھتا ہے ❁- غیر مسلموں کے ساتھ مہربانی اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤ ❁- خود کو لالچ سے بچاؤ۔ ❁- اللہ سے معافی مانگو' یہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔ ❁- ''جو شخص دست سوال دراز کرے اسے انکار نہ کرو''۔

اللہ تعالیٰ کے یہ سوا احکامات حقوق العباد ہیں۔ ہم جب تک سو نمبروں کے اس پرچے میں پاس نہیں ہوتے ہم اس وقت تک مسلمان ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں خواہ ہم پوری زندگی سجدے میں گزار دیں یا پھر خانہ کعبہ کی چوکھٹ پر جان دے دیں۔

نوٹ: آپ یہ پرچہ حل کریں' مارکنگ کریں اور اپنے گریڈز کا فیصلہ خود کر لیں۔

***

تحریر رفیع رضا

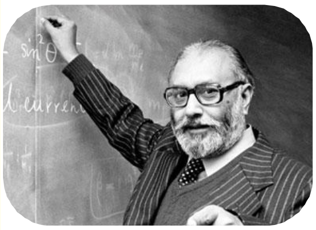

قدیر خان کی اہلیت کے بارے میں عرض کردُوں کہ یہ تاریخی حقائق ہیں... کہ اپریل چھہتر میں غلام دستگیر عالم جو فزکس کے ماہر تھے، انہوں نے پہلے سنٹری فیوج کو 30000 آر پی ایم پر گُھمانے میں کامیابی حاصل کی تھی۔۔۔اس میں ڈاکٹر قدیر کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔۔۔کامیابی کی اطلاع ملنے پر ڈاکٹر قدیر نے بھٹو سے درخواست کی کہ غلام دستگیر عالم کی رہنمائی، اُن کو چاہیے۔۔۔غلام دستگیر عالم ہی وُہ بنیادی سائنسدان تھے جنہوں نے بُنیادی کام خود ڈیزائن کیا اور کامیابی حاصل کی۔۔۔غلام دستگیر عالم نے ہی، ڈفرینشیل مساوات، کے ذریعے مرکز مائل قوتوں اور زاویاتی دھچکوں کی ماہیت پر کام کیا۔۔۔چار جون اٹھتر کو فزودگی پروگرام کے کامیاب عمل کے دوران، ڈاکٹر عالم نے 235 یُو اور 238 یُو آئسوٹوپس کو علیحدہ کیا۔۔۔ڈاکٹر قدیر، حقیقتاً کبھی بھی ذاتی طور پر نیوکلیئر ہتھیاروں، سائنسی حسابات، اور فزکس کے تجربات اور تھیوریز میں، کوئی حصہ نہیں لے سکے۔۔۔کیونکہ اُن کی تعلیم ہی اس سے مطابقت نہ رکھتی تھی۔۔۔ان کا ورکنگ فیلڈ ہمیشہ میٹلرجی ہی رہا۔۔۔ہالینڈ میں انکی تعلیم صرف مطالعہ تک محدود تھی۔۔۔کسی ایٹمی پلانٹ میں عام ٹیکنیشن کی کوئی ڈیزائنگ حیثیت نہیں ہوتی۔۔۔میرے کئی دوست اسوقت کینیڈا میں نیوکلیئر پلانٹ پر ٹیکنیشن ہیں۔۔۔مَیں ذاتی طور پر خود انسٹرومینٹیشن سے وابستہ ہوں اس لئے میں عملی اطلاق کو خوب جانتا ہوں۔میں نے ایف 16 سمیت امریکی ڈرونز اور ائیر لائنرز پر کام کیا ھے۔۔۔سب سے بڑے جہاز، اے تھری ایٹی کی پاور سپلائی اور ڈرون طیارے کا سٹارٹر یونٹ اپنے ہاتھ سے اکیلے اسمبل کیا ہے۔۔۔میں وہاں سے کچھ ڈیزائین چوری کرسکتا تھا۔۔یہ کوئی بڑی بات نہیں۔جس پر قدیر خان کو ہیرو بنایا جائے۔۔اخلاقی طور پر گرے ہوئے معیار کے معاشروں کے ہیرو بھی گھٹیا ہوتے ھیں۔ہالینڈ میں کام کے دوران قدیر خان کو نیوکلر پارٹس سپلائیرز کمپنیز سے واقفیت تھی، اور یہ کسی بھی نیوکلر پلانٹ کے شپنگ ڈیپارٹمینٹ کو بھی معلوم ہوتا ہے، یہ کوئی سائینسی بات نہیں ہے، ابھی پچھلے ہفتے آسٹریلیا نے نارتھ کوریا کے لئے ایسے پارٹس خریدنے والے ایک شخص کو گرفتار کیا ہے، لیکن ایسا کوئی شخص سائینسدان نہیں ہوتا۔نہ قدیر خان سائینسدان تھے۔ملٹری نے ڈاکٹر قدیر کو بتائے بغیر خفیہ ایٹمی تجربات کئے۔۔۔جن میں کولڈ ٹیسٹ آف ویپنز شامل تھا۔۔۔نہ تو قدیر خان کو بُلایا گیا نہ بتایا گیا۔۔کہ نئے خفیہ کوڈ۔۔''کِرانا'' ایک کے نام سے۔۔مارچ تراسی۔۔میں۔۔منیر احمد خان کے احکامات وزیرنگرانی پی اے ای سی میں کوئی تجربہ کیا ہے۔اسی لئے ہمیشہ سے قدیر خان کو منیر احمد سے دُشمنی رہی، جس سینٹر کے قدیر خان انچارج تھے، وہاں ڈاکٹر بشیرالدین محمود نے غیر صاف یورینیم کے لئے سینٹری فیوج ڈیزائین کیا جو بہت بڑا کارنامہ ہے اور یہ سارا کریڈٹ بشیرالدین اور علی عالم کو جاتا ہے، جس میں اٹلی کے ایک عظیم پاکستانی سائینسدان کی مدد شامل رہی۔حقیقت میں سینئر سائنسدان غلام دستگیر عالم کو قدیر خان کی فزکس اور حساب کے کُلیوں کو سمجھنے کی صلاحیت پر شدید اعتراض اور شُبہ تھا۔۔اُنہوں نے بارہا اس خدشے کا اظہار کیا۔ریسرچ پروجیکٹ کے تمام سائینسدانوں کو قدیر خان کی علمی صلاحیت پر بہت پریشانی رہتی تھی۔سائینس دانوں نے ضیا سے کہہ دیا تھا کہ چونکہ ڈاکٹر قدیر خان کو بنیادی ریاضی کا بھی مکمل علم نہیں ہے اس لئے وُہ سائینسی میٹنگز میں مت آیا کریں۔۔چاہے ڈائیریکٹر بنے رھیں۔۔اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ قدیر خان ایک سائینسدان ہرگز نہیں تھے۔۔قدیر خان اور ڈاکٹر ثمر مبارک کی لڑائی ہی اس وجہ سے ہے کہ وُہ حکومت کے ہاتھوں ایسے مناصب پر تعینات ہوئے جن کے وہ اہل نہ تھے۔چشمہ کا پلانٹ اسی لئے الگ رکھا گیا تھا عبدالقدیر خان کو بُنیادی طور پر ایک شومَین کے طور پر رکھا گیا تھا یہ تمام سائنسدانوں کو معلوم تھا کہ غرض و غایت یہ تھی کہ ادارے کے سربراہ کو خود بھی علم نہ ہو اس طرح غیر مُلکی جاسوس، پاکستانی پروگرام کا سُراغ نہ لگا پائیں۔۔لیکن جتنی بھی دسترس قدیر خان کو تھی اُس کا فائدہ اُٹھا کر قدیر خان نے بعد میں ایٹمی نقشے اور راز وغیرہ غیر مُلکوں کو بیچنے کی کوشش کی۔۔چونکہ ڈاکٹر قدیر ہمیشہ سے پلانٹ کے سائنسدانوں میں بڑبولے کے طور پر مشہور تھے جس میں اپنی کسی ذراسی بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنا لازم ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر قدیر سے ریسرچ کے بے شمار سوالات اور تجربات چُھپا کر رکھے جاتے تھے۔۔۔سکیپ گوٹ۔۔۔یعنی قُربانی کے بکرے کے طور پر، ڈاکٹر قدیر کو بالآخر اس کا علم ہُوا تو اُنہوں نے بہت واویلہ کیا اور بُنیادی طور پر اب بھی روز بروز واویلہ کرتے رہتے ہیں۔۔یہ ہیں وُہ بنیادی حقائق جو ہماری قوم کو معلوم نہیں۔۔۔اور ڈاکٹر قدیر کو ہیرو سمجھتی ہے۔۔سمجھتی رہے کیا فرق پڑتا ہے۔۔؟لیکن ایک راز کی بات بتاتا چلوں کہ 1998 میں ایٹمی دھماکوں کے بعد اعزازی ٹکٹ کس عظیم پاکستانی سائنسدان کے نام پر جاری ہُوا؟ جو اصل میں پاکستان کے تمام سائینسی اور ایٹمی اداروں کا 1974 تک سربراہ تھا؟۔۔۔حیرت تو ہوگی۔۔۔لیکن یہ تھے۔۔۔ڈاکٹر عبدالسلام۔۔۔!!!!

(ادارہ) ***

بس کے مصروف شیڈول اور تھکاوٹ کے بعد ایک خاتون میٹرو بس میں سوار ہوئی

اپنی سیٹ پر بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے تھوڑا سا ریلیکس کرنے لگی اور آفس کی تھکاوٹ کو اُتارنے کی کوشش کرنے لگی۔۔ جیسے ہی میٹرو بس سٹیشن سے آگے بڑھی، ایک صاحب جو کہ خاتون سے کچھ دور بیٹھے تھے انہوں نے اپنا موبائل نکالا اور زور زور سے باتیں کرنے لگے۔ اُن صاحب کی موبائل پر گفتگو کچھ اس طرح تھی: ''جان میں غفور بول رہا ہوں، میٹرو میں بیٹھ گیا ہوں، ہاں ہاں مجھے پتہ ہے کہ اب سات بجے ہیں پانچ نہیں، میں میٹنگ میں مصروف ہو گیا تھا لہذا دیر ہو گئی''۔ ''نہیں جان، میں شبنم کے ساتھ نہیں تھا، میں تو باس کے ساتھ میٹنگ میں تھا''۔ ''نہیں جان، صرف تم ہی میری زندگی میں ہو''۔ ''ہاں قسم سے۔۔۔'' پندرہ منٹ بعد بھی جب وہ صاحب زور زور سے گفتگو جاری کئے ہوئے تھے، تب وہ خاتون جو پریشان ہو چکی تھی فون کے پاس جا کر زور سے بولی۔ ''غفور ڈارلنگ فون بند کرو بہت ہو چکا۔ اس پاگل عورت کو کتنی صفائیاں دو گے۔۔۔!'' اب غفور صاحب ہسپتال سے واپس آ چکے ہیں اور انہوں نے پبلک پلیسز پر موبائل کا استعمال مکمل طور پر بند کر دیا ہے۔

***

صبر

ایک شخص نے ایک نیا مکان خریدا! اسمے پھل باغ بھی تھا۔ پڑوس کا مکان پرانا تھا اور اس میں بہت سے لوگ رہتے تھے۔ کچھ دن بعد اس نے دیکھا کہ پڑوس کے مکان سے کسی نے بالٹی بھر کوڑا، اس کے گھر کے دروازے پر ڈال دیا ہے۔ شام کو اس شخص نے ایک بالٹی لی، اس میں تازہ پھل رکھے اور اس گھر کے دروازے کی گھنٹی بجائی اس گھر کے لوگ بے چین ہو گئے اور وہ سوچنے لگے کہ وہ ان سے صبح کے واقعہ کے لئے لڑنے آیا ہے..! لہٰذا وہ پہلے ہی تیار ہو گئے اور برا بھلا بولنے لگے مگر جیسے ہی انہوں دروازہ کھولا، وہ حیران ہو گئے۔ رسیلی تازہ پھل کی بھری بالٹی کے ساتھ مسکراہٹ چہرے پر لئے نیا پڑوسی، سامنے کھڑا تھا...! سب حیران تھے۔ اس نے کہا جو میرے پاس تھا، وہی میں آپ کے لیے لا سکا...! سچ ہے جس کے پاس جو ہے، وہی وہ دوسرے کو دے سکتا ہے..! ذرا سوچیں کہ آپ کے پاس دوسروں کے لئے کیا ہے۔؟ ***

کیسا عشق (سچی کہانی)

(فرخندہ رضوی خندہؔ)

ایک ہی بیٹی تھی اُن کی۔ الیاس خاندانی بزنس مین اور۔ شہر بھر میں کافی جانی مانی شخصیت کے حامل۔ ان کے بچے اِن کے لیے سب سے قیمتی سرمایہ تھے۔ الیاسؔ نے اپنے والدین کے انتقال کے بعد اپنے چھوٹے بھائی کی بھی اپنے بچوں جیسی پرورش کی۔ اور اپنے بچوں سے بڑھ کر پیار دیا۔ جب کہ دونوں کی عمروں میں زیادہ فرق بھی نہیں تھا دونوں بھائیوں کی شادی تو والدین کی موجودگی میں ہی ہو چکی تھی، کاروبار میں بھی دونوں کا مشترکہ حصہ رہا۔ الیاسؔ کی ایک ہی بیٹی تھی مگر شروع سے ہی بہت ذہین بھی۔ الیاسؔ کے بھائی جہانگیر کی خواہش تھی کہ وہ شگفتہؔ کو اپنی بہو بنا لیں مگر جہانگیر کی بیوی تھوڑی نک چڑی سی تھی۔ اُسے تو شگفتہؔ ایک آنکھ نا بھاتی، بلکے وہ ہر وقت جہانگیر کے کان بھرتی کہ الیاس بھائی ایک دن ساری جائداد کے مالک بن بیٹھیں گے اور سب کچھ اپنی بیٹی کے نام کر لیں گے۔ ہمارے بیٹوں کے حصے کچھ نہیں آنے والا، ہر وقت گھر میں لڑائی جھگڑے کی فضا بنائے رکھتی۔۔ پھر ایک دن اس کی باتوں نے جہانگیرؔ کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا۔۔

اندر ہی اندر وہ بھی پلان بنانے لگا کہ کس طرح اپنے بھائی سے اپنی جائداد کا حساب کر لے وہ ہر وقت اس لمحے کی تلاش میں رہتا۔۔ کچھ دن سے الیاس بھی بھائی کو بدلا بدلا دیکھ کر پوچھ ہی بیٹھا، جہانگیر تو جیسے اسی موقع کی تلاش میں تھا۔۔۔ بھائی جان میں چاہتا ہوں، اپنی زندگی میں ہی جائداد کے حصے ہو جائیں تو بہتر ہے، بعد میں ہمارے بچے آپس میں ایسا نہ ہو کہ جھگڑتے ہی رہیں، حالانکہ اس کے برعکس بچوں نے کبھی تایا، یا چچا میں فرق سمجھا ہی نہیں تھا۔۔ پھر بھی بڑے بھائی نے حالات کے مدنظر جائداد آدھی آدھی بانٹ لی۔۔ الیاس سب سمجھتا کہ جہانگیر کبھی نہیں چاہتا کہ ایسا ہو مگر اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے وہ بھی اُسے معلوم تھا مگر بھائی کو جتا کر شرمندہ ہرگز نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہمیشہ ہی اس کی کوشش رہی کہ سب مل جل کر رہیں۔۔۔ اس بٹوارے سے سوچ اس کی زخمی ضرور ہوئی وہ چاہتا تھا کہ شگفتہ کو اپنے جسم سے علیحدہ تو کرے مگر اتنی دور کبھی نا بیاہے کہ نظریں ترس جائیں دیکھنے کو۔۔ اسی لیے وہ اپنے بھائی کے بیٹے سے ہی شادی کرنا چاہتا تھا۔ یہ

نہیں کہ جائداد کے حصے ہونے کے بعد اس کا خیال بدل گیا بس تھوڑا فکر مند ہو گیا کہ بیٹی خوش رہ پائے گی سعیدؔ کے ساتھ یا نہیں کیوں کہ سعیدؔ کچھ کچھ اپنی ماں کی طبیعت والا تھا۔۔

اسی پریشانی سے الیاس کچھ بیمار بھی رہنے لگا، ایک دن بہت پریشان اپنے کمرے میں چکر پہ چکر لگا رہا تھا کہ دروازہ کھولے شگفتہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اپنے باپ کو پریشان دیکھ کر گھبرا اُٹھی۔۔ باباؔ کیا بات ہے؟ آپ اتنے پریشان دیکھائی دے رہے ہیں۔ الیاسؔ نے ادھر اُدھر دیکھا اور بڑھ کر دروازہ بند کر لیا، جیسے کوئی اس کے دل کی بات نا سن لے۔ اپنی بات کو شروع کرنے سے پہلے وہ کچھ گھبرا گے۔۔ نہیں بیٹا، ایسی کوئی بڑی بات نہیں بس ایک چھوٹی سی اُلجھن ہے۔

تو کہہ دیں۔ وہ باپ کے گلے میں بائیں ڈالے ایک طرح جھولتے بولی۔۔ یہ بھی اس کے بچپن کا ایک اسٹائل تھا۔۔ جب بھی اس کا باباؔ پریشان ہوتا وہ مسکرا کر اپنی ننھی ننھی اداؤں سے اُن کی پریشانی پل میں دور کر دیتی۔۔۔ بیٹا میں سوچ رہا ہوں سعیدؔ سے تمھاری شادی ہونی تو ہے، پھر خیال آتا ہے تمھاری چچی کی کچھ عادتیں اُس میں بسی ہوئی ہیں جو مجھے اور تجھے سخت ناپسند ہیں۔ کیا وہ تمھیں خوش رکھ سکے گا؟ بس یہ بات تھی؟ وہ کھلکھلا کر ہنس دی، باباؔ آپ ہی کہا کرتے تھے کہ بچوں میں اپنے ماں کی کچھ اور کچھ اپنے باپ کی عادتیں ہی آتی ہیں۔۔ مگر جب شادی ہوتی ہے تو اپنی قسمت سے نبھا کرتے ہیں۔ جو خدا نے ہاتھ کی لکیروں میں لکھ دیا وہ کوئی بدل نہیں سکتا۔۔ آپکا حکم سر آنکھوں پر ہو گا اور کبھی میری طرف سے آپ دُکھی نہیں ہوں گے۔۔ الیاسؔ نے آنسو بھری آنکھوں سے بیٹی کو گلے لگا کر ہمیشہ کی طرح ماتھا چوم لیا۔ جیسے بہت بڑا بوجھ جو دل پر پڑا تھا ایک دم سے ہٹ سا گیا ہو۔ الیاسؔ تو اب بلکل تیار تھا کب جہانگیر، اپنے بیٹے سعیدؔ کا رشتہ مانگنے آ جائے۔ بات تو بچپن سے کی ہوئی تھی مگر جائداد کے حصے ہو جانے کے بعد اس موضوع پر کبھی بات ہی نہیں کی اُن لوگوں نے۔۔ وقت کی رفتار اور عمر کی سلوٹیں چہروں پر براجمان ہونے لگیں، تو الیاسؔ کے فکر میں اصافہ ہونے لگا۔ ویسے بھی سعیدؔ اور شگفتہؔ کی نوک جھوک کسی سے چھپی نا تھی۔ شگفتہؔ پہلے سے زیادہ خوبصورت و نکھرتی جا رہی تھی۔ سعیدؔ کو بچپن سے ہی پسند تو کرتی ہی تھی، وہی اس کے خوابوں کا شہزادہ بنتا گیا۔۔۔ ایسی ہی ایک شام الیاسؔ فیکٹری سے گھر لوٹا، تو گھر کے آنگن میں بچھی کرسی پر براجمان چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

پاس ہی شگفتہؔ بیٹھی اپنی سہلی کا قصہ مزے لے لے کر سنا رہی تھی۔۔ شام کے ڈھلتے سائے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے فضا کو اور خوبصورت کیے جا رہے تھے۔۔ کہ اچانک جہانگیر اور اس کی بیوی شمعؔ دونوں کوٹھی میں داخل ہوئے۔ دونوں ہی بہت اچھے موڈ میں تھے۔ شمعؔ نے الیاس سے شادی کی تاریخ کا تذکرہ کر ڈالا۔ الیاسؔ تو بس اسی انتظار میں تھا، شمعؔ ویسے تو شگفتہؔ کو اتنا پسند نہیں کرتی تھی مگر روپے پیسے کا لالچ اُس کو بہت تھا، اُس نے سوچا اگر شگفتہؔ بیاہ کر باہر چلی گئی تو ساری جائداد تو اُسی کے ساتھ چلی جائے گی۔ بہت سوچی سمجھی سکیم کے ساتھ اُس نے سعیدؔ کا رشتہ جو بچپن سے صرف زبان تک محدود تھا، طے کر دیا۔۔ ادھر دونوں بھائی بھی خوش کہ عمر کا باقی حصہ بھی ایک ساتھ ہی گزرے گا۔ جدائی کا خیال آتے ہی وہ لرز کر رہ جاتا، اور بچوں کی بھی اس میں بہتری تھی کہ ایک دوسرے سے بندھے رہیں گے۔۔ بزرگوں کی سوچ کو کون سمجھ پاتا ہے۔ بس ہم چاند ستاروں کی تمنا میں اپنے ہی رشتوں کو کھونے میں دیر نہیں لگاتے۔ کچھ ہی ہفتوں بعد دونوں گھروں میں شہنائیاں بج اُٹھیں، پھر شگفتہؔ دلہن بن کر سعیدؔ کے ہاں آ گئی۔ پرایا تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا چچا، چچی وہی کزن، مگر چند لفظ نکاح کے پڑھنے کے بعد رشتے ہی بدل کر رہ گے۔ چچا تو وہی رہا مگر چچی ساس اور کزن خاوند بن گیا۔ پہلے تو شگفتہؔ نے سمجھا کہ اُسے ہی شاید ایسا لگ رہا ہے کہ وہ خود کو اس گھر کے ماحول میں ڈھال نہیں سکی۔ حالانکہ یہ ماحول اس کا بچپن کا دیکھا بھالا تھا، مگر آہستہ آہستہ اپنے گھر اور اس کے گھر کے موسموں کا اندازہ ہونے لگا۔ کبھی تو وہ اکیلے کمرے میں پھوٹ پھوٹ کر رو دیتی، شمعؔ چچی کا رویہ بلکل مالکن جیسا ہوتا، اور سعیدؔ تو پہلے والا سعیدؔ تھا ہی نہیں۔۔۔ ہر وقت پیسے اور جائداد کی باتیں، کہ تمھارے حصے کی جائداد تجھے ملنی چاہیے۔ الیاسؔ انکل اب بوڑھے ہو چکے ہیں، اپنا کاروبار انہیں اب مجھے سونپ دینا چاہیے۔ وہ سعیدؔ کی گفتگو صرف اپنے تک محدود رکھتی، کبھی اپنے باباؔ کو کچھ نا بتایا اور نا ہی اپنی بے بسی کا رونا رویا۔۔ وہ اپنے باباؔ کو کبھی تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔۔ ایک دن تو حیرت کی انتہا ہی ہو گئی سعیدؔ بہت اچھے موڈ میں شگفتہؔ کے پاس آیا، ارے سوئیٹ ہارٹ! آج میں جلدی دفتر سے لوٹوں گا تیار رہنا، باہر کھانا کھانے چلیں گے۔۔ وہ حیرت سے سعیدؔ کا منہ دیکھنے لگی، بلب کی زرد زرد روشنی میں سعیدؔ کا چہرہ اُسے

بہت خوف ناک سا لگا، مگر اپنے خیالات کو جھٹکتے ہوئے۔ایک دم مسکرا دی۔۔۔ اچھا ٹھیک۔۔۔اتنا ہی کہہ پائی۔۔۔اچانک اس طرح اس کی محبت اُسے حیرت میں ڈال گئی۔۔وہ اتنا کہتا، ہاتھ ہلاتا دفتر کے لیے نکل گیا۔اُسکے چلے جانے کے بعد بھی بہت دیر تک حیرت میں ڈوبی رہی۔۔۔ایسے تیسے ملی جلی کفیت میں دن گزر رہی گیا۔فون کی گھنٹی نے اُسے چونکا دیا۔۔ورنہ وہ کب تک اپنے اردگرد بنی خیالوں کی زنجیروں میں اُلجھی رہتی۔بھاگتی ہوئی وہ برآمدے میں رکھے ٹیلی فون کی طرف بڑھی۔آج تو واقعی سعیدؔ نے وعدہ بھی پورا کیا جب کہ ہر روز ہی بہت دیر سے گھر آتا ،دفتر سے کہیں نا کہیں دوستوں کے ساتھ نکل جاتا تھا۔پہلے تو شگفتہؔ سے ہر روز ملنے جایا کرتا ایک دن کسی وجہ سے نا مل پاتا تو دوسرے دن بہت مرتبہ معافی مانگتا۔۔ان کے دونوں کے گھروں میں جبکہ اتنا فیصلہ ہی کہاں تھا چند گھر ہی تو تھے درمیان میں۔۔اب تو اسے لگا گھروں سے زیادہ دلوں کے فاصلے بڑھنے لگے ہیں ۔کیوں؟ اس سوال کا جواب اسے کبھی نا ملا۔۔۔شگفتہؔ نے کبھی بھی اس سے دیر سے آنے کا سبب پوچھا ہی نہیں تھا، سارا دن گھر میں بوکھلائی بوکھلائی سی پھرتی رہتی۔چچی تو بس کھانا کھاتی اور اپنے کمرے سے آرام کی غرض سے جا لیٹی۔اسے لگتا جیسے وہ گھر میں رکھی ہوئی کوئی چیز ہی ہو۔سوچتی کیا خاوند ایسے ہوتے ہیں، دل کی بات نا جن سے کی جا سکے۔پہلے تو وہ بے جھجک سعیدؔ سے مذاق بھی کر لیتی تھی اب اُسی سے ایک خوف سا محسوس ہوتا تھا اسے۔۔۔ابھی وہ اپنی ہی دنیا میں گم تھی کہ سعیدؔ کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا، اور گیٹ پر کھڑے چوکیدار نے آگے بڑھ کر گیٹ کھولا۔۔سعیدؔ شور مچاتا اندر آ گیا ۔۔ارے شگفتہؔ کیا ابھی تک تیار نہیں ہوئی تم۔۔چلو چلو دیر ہو رہی ہے اور مجھے بھوک بھی بہت لگی ہے۔۔اندر کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک ہی سانس میں بولتا گیا، جب کہ اس کی عادت تھی گھر داخل ہوتے ہی پہلے آدھ گھنٹہ اپنی ماںؔ کے کمرے میں گزارتا پھر شگفتہؔ کے پاس آتا۔۔وہ آج سارا وقت یہی سوچتی رہی مگر کچھ سمجھ نا آیا اسے۔۔شگفتہؔ جلدی جلدی مسکراتی ہوئی کپڑے بدلنے چلی گئی۔اپنے سوٹ کے ساتھ میچ کرتی جوتی پہنی ،بالوں کو ربڑ بینڈ کے ساتھ باندھتی بولی، چلو میں تو تیار ہوں۔۔۔اسے لگا آج اس کی رہائی کا دن ہو۔

ایک نظر سعید نے اس کی طرف دیکھا ارے واہ آج تو قیامت لگ رہی ہو۔۔مسکراتا ہوا بولا ایسا بھی نہیں فرق یہ ہے کہ آپ نے آج ہی نگاہ اٹھا کر دیکھا ہے، ہلکی سی ہنسی ہونٹوں پر سجائے بولی۔ایک طرح سے جواب بھی دے دیا اور اس جواب میں اس کی بے اعتنائی کی شکایت بھی تھی۔وہ بھی اتنا بدھو نہیں تھا سمجھ تو گیا مگر کچھ بولے بغیر گاڑی کی چابی انگلی میں گھماتے ہوئے اس کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔ ادھر الیاسؔ بہت مطمین تھے بیٹی کو اپنے گھر دیکھ کر، سوچتے کم از کم اُن کا فیصلہ غلط تو نہیں تھا۔۔کچھ دن تو سعید بھی شگفتہؔ کو گھمانے لے جاتا۔کھانا وغیرہ بھی اکثر باہر کھاتے۔ادھر چچی کا انداز بھی بہت بدلا سا تھا۔شگفتہؔ پر واری واری جاتی۔۔اُسے لگنے لگا سعیدؔ پہلے والا سعیدؔ بن گیا ہو، جیسے اُس نے دل وجان سے چاہا تھا۔اُس کے خوابوں کی دنیا تو اسی سے آباد تھی۔۔اب تو نا ہی سعیدؔ نے اُس سے کبھی جائداد کی بات کی تھی۔۔نا ہی دل کو دکھانے والی باتیں کرتا۔۔وہ سمجھتی کہ شاید وہ اس کے جذبات کی قدر کرنے لگا ہے۔۔جسطرح اُس نے بچپن سے سعیدؔ کے ہی خواب اپنی آنکھوں میں سجا رکھے مگر اظہار خیال کبھی نہ کیا، کہتے ہیں محبت کا اظہار کمزور بنا دیتا ہے۔اپنے فیصلے جو لوگ تقدیر پر چھوڑتے ہیں پھر ساری عمر تقدیر کے مرہونِ منت ہی رہتے ہیں۔

وقت کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی ایک دن اس محبت، عقیدت کا مقصد بھی سمجھ میں آ گیا شگفتہؔ کو۔۔جس رات بہت ہی قریب لیٹے ہوئے سعیدؔ نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے فیصلہ سنا دیا کہ اَب تایاؔ جان سے کہو اپنا کاروبار میرے نام کر دیں اور میں انہیں دفتر ساتھ لے جایا کروں گا۔تب وہ اُس دن اُسے سب سے بدصورت شخص لگا۔وہ اپنی دلی کفیت چھپائے دوسری طرف منہ کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی۔۔عورت بھی کتنی کمزور ہوجاتی ہے پیار کے آگے...کچھ دن سعید کی توجہ پا کر وہ بھول بیٹھی کہ سعیدؔ لالچی نہیں رہا۔۔اُسے شگفتہؔ کی محبت کے سوا کچھ نہیں چاہئے۔یہ الفاظ اُس کے کچھ دن پہلے کے تھے۔مگر اب کے لفظوں میں صرف ایک لالچ وطمع تھا ۔۔رات بھر سوچتی رہی پھر آخر کار ایک نتیجے پر پہنچ ہی گئی۔۔۔آج تو وہ سعیدؔ سے پہلے ہی اُٹھ چکی اور اُس کے تیار ہو کر آنے سے پہلے ہی ناشتے کی میز پر موجود تھی۔وہ بھی اُسے صبح صبح ناشتے کی میز پر موجود پا کر حیران ہوئے بنا نہ رہا۔۔اُس نے سعیدؔ سے کہا راستے میں جاتے ہوئے اُسے گھر ڈراپ کر دیں۔وہ اسے تایاؔ کے ہاں چھوڑتا ہوا دفتر کو چل دیا۔اُسے یقین تھا شگفتہ کو چند دن پیار دے کر سب کچھ حاصل کر سکتا ہے تو یہ ڈرامہ کچھ دن اور سہی۔۔۔اسی خوشی میں سارا دن گزار دیا اُس نے۔۔۔شام کو جب شگفتہؔ کو

دفتر سے واپسی پر لینے پہنچا تو اُسے بہت پُرسکون و مطمین مسکراتے دیکھ کر اُسے بھی اطمنان ہو گیا کہ اس کا تیز نشانے پر بیٹھا ہے۔۔کھانا وغیرہ کھایا ۔اور چلتے چلتے بہت سعادت مندی سے تایا کے گلے لگا۔۔جیسے پہلی اور آخری بار ہو یہ۔۔مسکراتا مسکراتا شگفتہ کو ساتھ لیے گاڑی میں آ بیٹھا ۔۔راستہ بھر دونوں ہی نوک جھوک کرتے رہے۔اُسے وہ پھر پہلے والا سعید ہی لگا۔۔باہر اور اندر کتنا مختلف تھا اس کا۔ابھی تو جان پائی تھی۔۔اندر ہی اندر دل سے آواز ابھری۔بہروپیا۔۔۔

دولت انسان کو اتنا خودغرض بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے خونی رشتوں کو بھلانے لگتا ہے۔وہ سوچتی اگر ایسا ہی ہے تو خدا کسی کو دولت نا دے کم از کم اس طرح رشتوں کی بے حرمتی تو نا ہوگی۔۔باپ کی کمائی ہوئی دولت وہ اپنے خاوند کو دے کر اس کو نشئی اور باپ کو اپنے در کا فقیر بنا لے۔یہ کیسے ممکن تھا ۔۔۔اس کے باپ نے بیٹی کا سُکھ دیکھا تو اسے تو ہر سودا منظور تھا مگر بیٹی اتنی بیوقوف نہیں تھی،اسے ہرگز یہ سودا پسند نہیں تھا۔۔

خیر گھر داخل ہوتے ہی وہ بہت بے چینی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔نجانے یہ چند قدموں کا فاصلہ اس نے کس خاموشی سے طے کیا۔۔کہو ڈیئر کام ہو گیا؟ تایا ابو نے پیپر پر دستخط کر دیئے؟ ارے کیوں نہیں۔آخر کو میرے پیارے پیارے بابا ہیں۔اور تمھارے تایا جان۔۔۔انہوں نے اپنی بیٹی کی بچپن سے لے کر آج تک کوئی بات ٹالی ہے کیا؟ سعید تو خوشی سے پھولے ہی نا سمایا۔۔دل میں لڈو ہی لڈو پھوٹنے لگے۔واہ شگفتہ۔آج میرے دل کی سب سے بڑی خواہش پوری ہوئی۔میں نے شادی ہی تمھارے ساتھ اس لیے کی تھی۔تم سے نہیں تمھاری دولت سے پیار تھا بلکے پیسے سے مجھے عشق سا ہے۔۔اُونچی آواز سے قہقہہ لگاتے ہوئے ساتھ ساتھ اپنے گلے میں بندھی ٹائی کی گرہ کھولتا گیا۔چند منٹ کا صبر بھی اُسے اپنی موت جیسا لگا۔۔شگفتہ بھی زبردستی کی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے بولی۔۔ہاں مجھے بھی۔۔۔پیار ہے۔۔مگر منہ ہی منہ میں بڑبڑائی اپنے بابا کے وقار سے بلکے عشق سا ہے۔میں اُسے بھلا کیسے بکھرنے دوں گی۔۔اچھا چلو باتیں چھوڑوں۔بہت بے صبری سے بولا۔۔پیپر تو دیکھاؤ!!میں پُرسکون ہو کر سونا چاہتا ہوں۔

وہ اسے اپنے ساتھ چمٹاتا ہوا بولا۔۔شگفتہ نے مسکراتے ہوئے اپنے ہینڈ بیگ کی زیپ کھولی اور کچھ پیپر نکالے اور سعید کے آگے پھیلا دیے۔جو قمیض کے بٹن کھولتے کھولتے ٹانگیں پسارے پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھ چکا تھا ۔اُچک کر اس کے ہاتھ سے پیپر پکڑے اور پڑھنے لگا۔۔پیپر پڑھتے ہی جیسے اُسے سانپ سونگھ گیا ہو۔یہ کیا؟ ارے سعید صاحب کیا ہوا؟ تُم ہی تو کہتے تھے تمھارا سب کچھ میرا اور میرا سب کچھ تمھارا ہی تو ہے۔پھر یہ گھبراہٹ کا پسینہ کیوں۔۔وہ بس خاموشی سے ایک کے بعد ایک پیپر کو الٹ پلٹ کر تعجب سے دیکھ رہا تھا کیونکہ اُس کے تاتا نے ساری جائداد اپنی بیٹی شگفتہ کے نام کر دی اور صبح سے دفتر کی کرسی پر اُن کی بیٹی بیٹھا کرے گی۔نا جانے بیوی کو خاوند اتنا کمزور کیوں سمجھتا ہے،کاش دولت اور بیوی کا اپنا اپنا مقام ہو۔تا کہ دونوں کی محبت اور عشق قائم رہ سکے۔۔سعید کا دولت سے عشق،اور شگفتہ کا باپ کے وقار سے عشق ایسے ہی تو قائم رہ سکتا تھا۔۔۔کیسا عشق۔۔۔کیسا عشق۔

***

مسعود چودھری

صلیبوں کے تمغے سجا کر چلے ہیں
کہ کاندھوں پہ لاشے اُٹھا کے چلے ہیں
اُٹھے ہیں سمندر کا طوفان لے کر
فصیلوں کو ہم تو گرا کر چلے ہیں
نئی روشنی کے ستارے سجا کر
رسوماتِ کہنہ مٹا کر چلے ہیں
فصیلِ ستم کی ہر اک اینٹ پر ہم
صداؤں کے منظر بنا کر چلے ہیں
وہ نخلِ وفا جس پہ چھائی خزاں تھی
لہو دے کے اپنا ہرا کر چلے ہیں
مہک جائیں گے چاروں جانب نظارے
سرِ مژ گاں غنچے کِھلا کر چلے ہیں
شبِ غم سے صبحِ منور کا منظر
صبا کی طرح ہم جدا کر چلے ہیں
نصرف میں اِک دل تھا اپنے سو وہ بھی
بُتِ ناز تجھ پہ فدا کر چلے ہیں
جو اپنے تھے ذِمّے وہ سب قرض مسعودؔ
وِہ دار وہ سب ادا کر چلے ہیں

پپلاں دی چھاں

(تحریر۔مبشرہ ناز)

میں نے آج کل لنگر خانے کے باہر کیاریاں بنا کر درخت اور کچھ پودے لگانے کا کام شروع کیا ہوا تھا۔ پیپل اور گلاب لگاتے ہوئے میں گُنگنا رہا تھا۔'' پپلاں دی چھاں وے کدی بے جا وے۔۔کدی لگیاں نُوں توڑیں نا رَبّ دی سوں مر جاواں گے ساتھوں مُکھڑا توں موڑیں نا'' کئی سال پرے پیپل کی چھاؤں میں بیٹھا ایک بوڑھا بابا نم آنکھوں کے ساتھ مُسکرا رہا تھا۔ تیز دُھوپ دور کھڑی تھی آنکھوں میں چھاؤں جیسے خوابوں کی تعبیر بھرے گُنگناتے ہوئے میں پودے لگا رہا تھا۔'' پپلاں دی چھاں وے کدی بہہ جاوے میں اور پھیکا دوپہر کا کھانا اکثر اکٹھے کھایا کرتے ساتھ ساتھ میں اُس کی باتیں سُنتا۔ وہ مجھ سے مشورے مانگا کرتا اور میں چُپ چاپ اُسکی باتوں کے سنہرے موتی چُن کر دھیان کے سرہانے رکھ لیا کرتا۔اُس کے سنہری موتیوں جیسے حرف مجھے سنہرا رکھتے ان میں سے نکلتی نور کی شعائیں میرا ہاتھ تھام کر رب کے در پر لے جاتیں۔اور پھر میرا اُس در سے کہیں اور جانے کا من ہی نہ کرتا۔

عجیب سی کشش تھی اس کی سادہ باتوں میں، اذان جیسی باتیں جو بلاتی تھیں رب کی طرف لے جاتی تھیں۔دُکھی آنکھوں کی نمی سے باوضو ہو کر ادا کی جانے والی نماز کا چسکا پڑ گیا تھا مجھے۔سجدے نم رہنے لگے تھے اور دل گُداز۔ میں مٹی میں گوڈی کرنے کے ساتھ اپنے دل کی زمین میں بھی گوڈی کر رہا تھا۔ ہر بار رَبی مٹی کے سینے کو زور سے چیرتی اک آہ نکلتی اور مٹی بھُر بھری ہو کر بیج کو سینے سے لگا لیتی کچھ ایسا ہی تھا میرے دل کا حال بھی۔ زندگی چاند ستاروں جیسی حسین ہرگز نہیں تھی۔ٹوٹے تاروں کے قصے سنے تو جانا۔جلتی شمع کی حسین روشنی پر مر مٹنے والی نظر اب اکثر پگھلتے موم کے ساتھ رونے بیٹھ جاتی۔احساس کے پوروں سے اللہ کے بندوں کے آنسو چنے تو جانا اُن کے دکھوں کے طاق پر دل کا چین اور آنکھوں کی نمی میں ہنسی رہتی ہے بدلے میں ملنے والی خوشی انمول تھی۔سایہ دار درخت اور سایہ دار لوگوں کی میرے وطن کو بہت ضرورت ہے مُجھے شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا تھا۔'' پپلاں دی چھاں وے کدی بہہ جاوے جِند تیرے ناں لاواں فیر بھاویں مر جاواں ڈھولا''میں نگر نگر ڈھونڈتا رہا دھیان کا وہ اک لمحہ جو پھیکے نے میرے بے چین دل کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ میں خوش تھا بہت خوش اور اسی خوشی میں مگن پودے لگا رہا تھا۔''کدی لگیاں نُوں توڑیں نا رَبّ دی سوں مر جاواں گے ساتھوں مکھڑا توں موڑیں نا قسماں نئیں کھانیاں لا کہ نبھانیاں اکھیاں جے پھیراں تیتھوں رُس جاوے رَبّ میتھوں ڈھولا'' میرا وطن میرا ڈھولا، آنکھ سے اِک آنسو بڑے مان سے گرا اور دَھرتی کو نم کر گیا۔ مُجھے بھُوک لگ رہی تھی پھیکا جانے کہاں مصروف تھا شاید کہیں جانا تھا اُسے، ابھی تک کھانا لے کر نہیں آیا میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ پھیکا کھانا لے کر چلا آیا۔کیا بات ہے پھیکے کہاں کی تیاری ہے؟'' صاحب جی آج جلدی چُھٹی ہے میری۔ وہ جی اپنے کار(گھر) والی کو سیر پر لے جانا ہے''۔اچھا واہ کہاں لے جا رہے ہو میرے پوچھنے پر کہنے لگا۔شہر لے جاؤں گا صاحب جی۔ بڑے دن ہو گئے ہیں اسے کہیں لے کر ہی نہیں گیا'' ان عورتوں کی فرمائشیں بھی نا جو مرضی کر لو خوش نہیں ہوتیں۔ میں نے ناگواری سے کہا!'' نہ صاحب جی ایسے نہ کہیں یہ تو معصوم فرشتے ہیں میرے گھر کو جنت بنانے والی میرے دُکھ سُکھ کی ساتھی۔

صاحب جی میرا بس چلے نا تو سچ مچُ اُس کے لیئے چاند تارے توڑ کر لے آؤں جی۔ میرے بچوں کی نیک تربیت کرنے والی میری امانتوں کی حفاظت کرنے والی میری تو ساری خوشیاں ہی کار والی کے دم سے ہیں صاحب جی''۔کون سی امانتیں پھیکے؟'' صاحب جی میری جان مال اولاد عزت امانتیں ہی تو ہیں جو اُس کے حوالے کر کے چین سے کام پر جاتا ہوں۔ وہ دھیان کرنے والی نہ ہوتی تو مجھے کہاں چین پڑتا۔ وہ جو اپنی محبت کا چھاتا تانے زندگی کی دُھپ میں میرے ساتھ برابر جلتی رہی۔سُکھ چین کے وان سے بُنی زندگی کی منجی کھروی بھی ہو تو اُس پر نیندرَ جیسا سواد اور کہیں نہیں آتا۔ مہندی لگے ہاتھوں کی لپائی والے ویہڑے پر میں چلتا نہیں اُڑتا پھرتا ہوں صاحب جی۔ گھڑونجی پر پڑے رَنگلے گھڑوں میں سَترنگی کے سارے رنگ گھُل جاتے ہیں۔ گھر والی نیک ہونا صاحب جی تو حیاتی گھڑے کے پانی جیسی ٹھنڈی اور میٹھی ہو جاتی ہے۔اور گھڑوں کے جوڑے کی طرح رانی بن کر گھڑوَنجی پر بیٹھی رہتی ہے''۔ پھیکے کے لہجے میں گلُاب مہک رہے تھے آسودگی کے گلُاب جو سارے ماحول کو مسحور کر رہے تھے۔آنکھوں میں آنے والے لمحوں کی تعبیر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔'' صاحب جی اللہ کو سب سے پیارا وہ ہے نا جو اپنے گھر والوں کے لیئے چنگا ہے۔''

میں پل میں ہلکا پڑ گیا تھا۔ مجھے گہری شرمندگی نے آن گھیرا میں پھیکے جیسا کبھی نہیں بن سکتا۔ اُسے ہر بات کا خیال تھا۔ اس کے دھیان کے سارے راستے سیرتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو کر گزرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے حق میں بہترین ہو، اور میں اپنے اہل کے حق میں تم میں بہترین ہوں“۔ میں نے کبھی اپنی اہلیہ کے لیئے اس طرح سوچا ہی نہ تھا۔ چاند تارے تو محبوبہ کے لیئے توڑے جاتے ہیں پھیکے! میرے کہنے پر پھیکا ہنس کر بولا تھا ”صاحب جی اگر بیوی ہی محبوبہ ہو تو؟ عدل اور احسان گھر سے شروع ہوتا ہے صاحب جی جو گھر کے ساتھ وفا نہیں کرتا وہ وطن کے ساتھ وفا کیا کرے گا۔“

”کدی لگیاں نُوں توڑیں نا“ ایک سِسکی گُرلائی ”تیرے ناں دی مہندی مر کے نئیں لیندی۔ ازلاں توں منگی ہوئی آں رنگ تیرے رَنگی ہوئی آں ڈھولا“ میرے دِل کی عجب حالت تھی بچپن میں دادی ہاتھ پر مہندی لگا کر کپڑا باندھ دیا کرتی تھیں صبح مہندی کا رنگ دیکھ کر ہم خوش ہوا کرتے تھے جانے کب ہم بڑے ہو گئے بزرگ چلے گئے مہندی کے رنگ رنگ پھیکے پڑ گئے۔ اللہ کرے وطن کے نام کی یہ مہندی کبھی نا اُترے۔ پھیکے نے ایک بار پھر مجھے لاجواب کر دیا تھا۔ مُجھے پھیکے سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔ یہ یقیناً اس کی اماں کی تربیت بول رہی تھی۔ ایسی ماؤں کے لیئے چاند تارے توڑ لانے کی خواہش دل میں پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہیں یہی ہیں جن کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ میری ساری کوتاہیاں سامنے آ کھڑی ہوئیں۔ پھیکے کی اذان جیسی باتوں پر ایک اور نیک کام کی نیت کرتے ہوئے میں نے اُسی وقت گھر فون کیا اور اپنی اہلیہ کو تیار رہنے کا کہا اور اسکے لیئے موتیے کے گجرے خریدتے ہوئے گھر کی راہ لی۔ زندگی کے سارے سُکھ اسی کے دم سے ہیں آج پھیکے نے یہ کیسا حسین احساس دلایا تھا گھر کی طرف جاتے ہوئے۔ سُکھ ساتھ ساتھ چلتے رہے آنسو دامن بھگوتے رہے۔ گجرے مسکراتے رہے۔ اب کے بار رَمبی نے بہت زور سے مٹی کا سینہ چیرا تھا۔ مُجھے لگا سُرخ گلابوں کا موسم آ گیا ہے۔ میرے اندر پیپل کی ٹھنڈی چھاؤں پھیلی تھی ”بلدے نے دیوے ماہی میرا جیوے... ہر ویلے مَنگاں میں دُعا تتی تینوں لگے نہ ہوا“ سارا شہر میرے ساتھ گُنگنانے لگا تھا۔

***

قرآن کیا کہتا ہے۔ عاصی صحرائی

چند برس پرانی بات ہے، ایک امریکی نومسلم نے قرآن مجید سے حقوق العباد سے متعلق اللہ تعالیٰ کے 100 احکامات جمع کیے، یہ احکامات پوری دنیا میں پھیلے مسلم اسکالرز کو بھجوائے اور پھر ان سے نہایت معصومانہ سا سوال کیا ”ہم مسلمان اللہ تعالیٰ کے ان احکامات پر عمل کیوں نہیں کرتے“ مسلم اسکالرز کے پاس اس معصومانہ سوال کا کوئی جواب نہیں تھا. مجھے چند دن قبل ایک دوست نے یہ احکامات ”فارورڈ“ کردیے، میں نے پڑھے اور میں بڑی دیر تک اپنے آپ سے پوچھتا رہا ”ہمارے رب نے ہمیں قرآن مجید کے ذریعے یہ احکامات دے رکھے ہیں، ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ان احکامات پر پورا اترتے ہیں“ میں یہ احکامات سو نمبر کا پرچہ سمجھ کر ترجمہ کر رہا ہوں اور میں یہ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں، آپ پہلے یہ پرچہ حل کریں، پھر خود اس کی مارکنگ کریں، پھر اپنے پاس یا فیل ہونے کا فیصلہ کریں اور آخر میں یہ سوچیں ہم قیامت کے دن کیا منہ لے کر اپنے رب کے سامنے پیش ہوں گے، آپ کا یہ جواب فیصلہ کرے گا ہم کتنے مسلمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!۔

۞- گفتگو کے دوران بدتمیزی نہ کیا کرو۔ ۞- غصے کو قابو میں رکھو۔ ۞- دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو۔ ۞-تکبر نہ کرو۔ ۞- دوسروں کی غلطیاں معاف کر دیا کرو ۞-لوگوں کے ساتھ آہستہ بولا کرو ۞-اپنی آواز نیچی رکھا کرو ۞-دوسروں کا مذاق نہ اڑایا کرو ۞-والدین کی خدمت کیا کرو، ۞-منہ سے والدین کی توہین کا ایک لفظ نہ نکالو ۞-والدین کی اجازت کے بغیر ان کے کمرے میں داخل نہ ہوا کرو ۞- حساب لکھ لیا کرو ۞-کسی کی اندھا دھند تقلید نہ کرو ۞- اگر مقروض مشکل وقت سے گزر رہا ہو تو اسے ادائیگی کے لیے مزید وقت دے دیا کرو ۞-سود نہ کھاؤ ۞- رشوت نہ لو ۞-وعدہ نہ توڑو، ۞- دوسروں پر اعتماد کیا کرو ۞-سچ میں جھوٹ نہ ملایا کرو، ۞-لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا کرو ۞- انصاف کیلئے مضبوطی سے کھڑے ہو جایا کرو ۞-مرنے والوں کی دولت خاندان کے تمام ارکان میں تقسیم کیا کرو ۞-خواتین بھی وراثت میں حصہ دار ہیں ۞-یتیموں کی جائیداد پر قبضہ نہ کرو، ۞- یتیموں کی حفاظت کرو۔ ***

نقیبِ طلوعِ سحر

حیدر طباطبائی (لندن)　　　　(آدمؔ چغتائی)

حسنِ گل سے جمالیات کی حامل اردو غزل کو اس کے آداب کے مطابق برتنا، سمجھنا اور سلیقے سے بناؤ سنگھار کر کے دو مصرعوں میں ڈھالنا بہت مشکل کام ہے۔ غزل کے نازک آبگینے فقط دیکھنے میں بھلے معلوم ہوتے ہیں، اُن کو تشکیل دینا سخت مشکل ہے۔ غزل کے آہنگ کو زمان و مکان کی روش میں نبھانا یا غزل کو مان و مکان کی قید سے آزاد کرنا اور اس انداز سے کہ اس کی ہیئت برقرار رہے، یعنی جام و مینا تبدیل نہ ہو اور شراب بدل دی جائے، اور بھی مشکل کام ہے۔ غزل گوئی استعاروں کی ندرت، الفاظ کی تازگی کے ساتھ پیکر تراشی اور بات کا رُخ زلف و رُخ سے موڑ کر عصری آگہی کے حقائق کو سمو دینا ہے اور یہی وہ دوراہا ہے، جو غزلچی اور غزل گو میں امتیاز کرتا ہے۔ اس ضمن میں برمنگھم میں مقیم آدمؔ چغتائی کی شاعری میں آدابِ غزل ملتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک ایسی شاخِ نبات ہے جسے چھونے سے ہاتھوں کو شاخِ گل اور آنکھوں کو کنول میں ڈھلنے کی ضرورت ہے۔ آدمؔ چغتائی کی غزلوں میں ایک نئی رُت کا احساس ہوتا ہے۔ ان کے شعر میں شبنم آلود تازگی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اپنے محسوسات کی عکاسی انوکھے اور لطیف انداز میں کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں نئے موسموں کی ندا سنائی دیتی ہے۔ درج ذیل اشعار کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آدمؔ چغتائی کو غزل پر بہت قدرت حاصل ہے۔

سبو اُٹھائیں کہ گلستان کو لالہ زار کریں
نگاہِ ناز سے گلشن کو پُر خمار کریں
یہ خوش اداؤں کی بستی ہے، آپ یاں آدمؔ
سرورِ حسن سے دل کو وفا شعار کریں
آؤ اپنا جادۂ عرفاں جداگانہ کریں
جام و مینا توڑ کر رندوں کو نذرانہ کریں
قطرۂ شبنم کو لے کر میکدۂ یار سے
مست جو بیٹھے ہیں ان کو اور مستانہ کریں

زہد و تقویٰ میں تو ہے اک عمر گزاری آدمؔ
آؤ اب وقت ہے اس دل کو پری خانہ کریں

آدمؔ چغتائی یورپ میں اُردو شعرا کے اژدہام میں اپنی خصوصیت کی بنا پر اہلِ نظر کو متوجہ کرتے ہیں۔ وہ فقط صنفِ غزل پر ہی نہیں بلکہ قطعات، رُباعی، حمد، نعت اور دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں۔ موصوف نے مغربی اور مشرقی ادبیات کے سرچشموں سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ان کے کلام میں فرسودگی اور یبوست کے عناصر نظر نہیں آتے۔ اپنی ذہانت اور اُپج سے آدمؔ چغتائی نے اپنے کلام میں ایک نوع کی تازگی پیدا کی ہے جس میں تقلید اور تتبع کی بجائے ان کے جوہرِ ذاتی کا اظہار ہوا ہے۔ ان کا چلن اس عہدِ کج مدار میں آدابِ رسمِ عاشقی نبھانے کا ہے۔ وہ اندازِ عشق کے شرعی پہلوؤں سے معلق ہیں۔ حمد باری تعالیٰ میں فرماتے ہیں۔

ہے کرن کرن میں تری ضیاء، ترا عرش بقعۂ نور ہے
تہِ خاک سے سرِ آسماں تری شانِ کُن کا ظہور ہے

نعتِ رسولِ کریم ﷺ کا شعر دیکھیں:

چمکی تھی ترے نام سے طیبہ میں جو مسجد
اب تک وہ اطاعت کے قرینوں کی امیں ہے

معرفت کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

نظر آتی ہے ہر اک جام میں تیری ہی رعنائی
بڑھاتی ہے خمارِ شب جو تیرے بادہ خواروں میں
عطائے ساقیِ کوثر بجھائے تشنگی میری
قیامت کی تپش ہو یا ہو دنیا کا جنوں آدمؔ
مشکل پڑی تو یاد خدا کا گماں ہوا
معلوم یوں ہوا کہ مرا امتحاں ہوا

عشق قاتل سے بھی، مقتول سے ہمدردی بھی
یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا؟
سجدہ خالق کو بھی، ابلیس سے یارانہ بھی
حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا؟
(اقبال)

جستجوئے جمال

ڈاکٹر فراز حامدی

آدم چغتائی کی ''جستجوئے جمال''

اردو شاعری کو اگر تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو اس کے آغاز کی کہانی ہمیں دور تک لے جاتی ہے اردو شاعری کا کارواں سینکڑوں سال سے بصد عزوشان رواں دواں ہے اور ہزاروں شعراء نے ہر دور میں شریک ہو کر اس میں وسعتیں پیدا کی ہیں اور اپنی شعری کاوشات سے اضافے کئے ہیں۔ آج اردو میں شعری ادب کا اتنا وافر ذخیرہ موجود ہے کہ اس کو بحرِ بے کنار سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ فی زمانہ بھی اردو مین اتنے شعراء ٹڈی دل کی طرح پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف اصناف سخن کے ذریعے اپنے خیالات و جذبات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں اور اس طرح اردو شاعری کے دامن کو وسیع تر کر رہے ہیں۔ برمنگھم میں مقیم آدم چغتائی بھی ایک شاعر ہیں جو اپنے فکری وجدان اور شعری رُجحان کے سہارے اُفق شاعری پر اپنا نام مندرج کرا چکے ہیں۔ ''جستجوئے جمال'' موصوف کے شاعرانہ ذوق کا مذہب ہے۔ اگر اس مجموعے کے نام پر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ جمالیات ان کی شاعری کا مقصد و منشا ہے، حسن و جمال کی تلاش اور رنگ و نور کی جستجو ہی ان کی شاعری کا جوہر ہے اسی حوالے سے معلوم ہو کہ یہ کائنات ہی جمالیات کا مرقع ہے اور ہر صاحبِ نظر سرگرداں رہتا ہے کہ وہ کسی زاویۂ نظر سے اس کا مطالعہ کرے۔ ویسے بھی کہا گیا ہے کہ: ''اللہ جمیل ویحب الجمال'' یعنی اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ اس طرح

Truth is beauty and beauty is truth

A thing of beauty is joy for ever اور

کے مقولے ہمیں بتاتے ہیں کہ حسن و جمال کی جستجو میں ہی انسانی فلاح کا راز پوشیدہ ہے اور کوئی انسان شاعر بن کر اگر جستجوئے جمال میں منہمک ہوتا ہے تو اس کی شاعری بھی خوبصورتیوں کی عکاسی بن سکتی ہے۔ آدم چغتائی کے اشعار میں جابجا ایسے الفاظ ملیں گے۔ ایسی کیفیات ملیں گی۔ اور ایسے خیالا پائے جائیں گے۔ جو جمالیات کے خوبصور پیکر کی طرح ہماری آنکھوں میں گھُپ جائیں گے اور دل کو نشاط و سرور سے لبریز کریں گے۔ اس ضمن میں کچھ اشعار ملاحظہ ہو:

گلاب چہرہ، غزالی آنکھیں، بدن میں خوشبو رچی رچی سی
گلوں کے دل میں وہ کیا بسے ہر اک کلی ہے کھِلی کھِلی سی
ہوائیں رقصاں، فضا معطر، ہر ایک جانب ہے دھوم اُن کی
کہ اُنکی راہوں میں گل کی خوشبو بھی چار سو ہے بچھی بچھی سی
یہ مستی خیز گردوں دم بدم لیتا ہے انگڑائی
اسی سے کہکشاؤں میں بھی در آئی ہے رعنائی
کہیں حسنِ بتاں سے دلکشی ہے سارے گلشن میں
کہیں دلکش نظاروں میں خزاں بھی اپنا رنگ لائی
لئے پوشاک لفظوں سے سخن کا پیرہن نکلا
ترے نغموں سے حسنِ گلستاں کا بانکپن نکلا
وہ کیسا دلربا منظر تھا گلشن میں بہاروں کا
دکھا جو پھول سا چہرہ وہ میرا گلبدن نکلا

اپنی نظم ''توضیح جمال'' میں آدم صاحب نے ایک انوکھے انداز سے اس کی صراحت کی ہے۔ مطلب یہ کہ ''جستجوئے جمال'' نام کا یہ شعری مجموعہ اسمِ با مسمّی کی حیثیت رکھتا ہے۔ آدم چغتائی کی غزلیات اور نظمیات شاعری مختلف زاویہء نظر سے دیکھی جا سکتی ہے اور کوئی نقطۂ نظر سے اسے اچھی شاعری میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے حمد و نعت، غزل و نظم، قطعات وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے اور بہرصورت کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ ''جستجوئے جمال'' ہر لحاظ سے ایک خوبصورت شعری مجموعہ ہے جس میں مظاہر فطرت کی عکاسی بھی ملے گی۔ داخلی اور خارجی کیفیات کی جھلکیاں بھی دکھائی دیں گی۔ مذہب و معاشرہ اور عصری حالات پر تبصرہ بھی ملے گا۔ گا۔ مستزاد یہ کہ انہوں نے شعری زبان سے جو کچھ کہا ہے وہ بہت سادہ و سلیس لہجہ میں کہا ہے۔

عام قاری بھی اپنے ذوق کی تشنگی بغیر کسی الجھاؤ کے دور کر سکتا ہے آدم چغتائی نے شعری روایت کی پاسداری کی ہے اور آبگینۂ غزل میں شرابِ عصر نو کو بھی اچھی طرح سمویا ہے۔ ''جستجوئے جمال'' کی اشاعت میرے لئے باعث مسرت ہی نہیں ہے بلکہ فخریہ احساسات بھی میرے دل میں موجزن ہیں مجھے یقین ہے کہ اردو داں حلقے میں ایسے خاطر خواہ پذیرائی ملے گی۔

قیصر تمکین

کلاسیکی شعور و وقوف

آدمؔ چغتائی صاحب کی شاعری اصل میں خود ان کی شگفتہ شخصیت کی مظہر ہے ۔ان کی ذات میں جو شائستگی، مزاج میں انکساری اور لہجے میں تہذیبی نرمی و ملاحت ہے وہی ان کی نوائے شعر کی فضا آفرینی کی بھی مکمل غمازی کرتی ہے ۔ بہت سے شاعروں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اگر شعر نہ کہتے اور اپنی فکر رواں پر پشتہ باندھتے تو خود پر ظلم کرتے لیکن چغتائی صاحب پر یہ قول حقیقی طور پر منطبق ہوتا ہے۔ بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر وہ مخصوص اور نرم اور کومل گات میں نغمہ سرا نہ ہوتے تو شاعر کیا وہ کچھ بھی نہ ہوتے ۔مغرب اور خاص طور پر انگلستان میں کوئی ایسا مدھر اور بقول کے، بہتی ندیوں کا سا راگ الاپنے والا شاعر کم از کم میری نظروں میں تو دوسرا ہے ہی نہیں ۔ان کی یہی برہا کی راتوں جیسی مغموم تنہائی اور غمگینی ہے جو انہیں معاصرین کی جارحانہ نمود و نمائش سے محترز رکھتی ہے اور وہ اپنے مخصوص لہجے میں ’’ گلوں کی آزمائش کے لئے کانٹوں پہ چلنا ہے‘‘ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں ۔غزل کہنا ایک طرح سے تو بہت آسان ہے لیکن کلاسیکی وقوف کے ساتھ غزل سرائی بہت مشکل بھی ہے ۔ یہ ندرت چغتائی صاحب کا ہی حق ہے کہ ایک صبر آزما فن کو بھی آسانی سے سنبھالے جاتے ہیں کہ سامعین کو خاصی دیر تک سر دُھننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے ۔ اس قول کی وضاحت اس امر سے کی جاتی ہے کہ اپنی غزل میں چغتائی صاحب بہت معنی خیز انداز میں کچھ کہہ جانے میں اس طرح کوشاں نظر آتے ہیں اور سرِ راہے ان نظری مسائل کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ جرمن دانشوروں کی ترکیب روحِ عصر (Zeitgeist) پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ان حضرات کے علاوہ جنہوں نے آدمؔ چغتائی صاحب کے پہلے شعری مجموعے ’’ نوائے آدم‘‘ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، دوسرے سامعین بھی جو مشاعروں میں چغتائی صاحب کو سنتے رہے ہیں، غالباً اتفاق فرمائیں گے کہ گو چغتائی صاحب کے لہجے اور لفظیات میں قدیم تہذیبی جھلکیاں ملتی ہیں مگر بات وہ پھر بھی نئی اور منفرد ہی کہتے ہیں۔

جیسے مسلسل اضطراب و کرب میں رہتا ہے یہ انساں کہ... اُس کے فکر پر چھائی ہے خوفِ غم کی پنہائی جہاں کہیں غزل کے سخت روابط اور قدیمی رَکھ رکھاؤ کا سوال اُٹھتا ہے تو چغتائی صاحب کسی عاجزی کا اظہار کیے بغیر قطعات اور نظموں کا سہارا لیتے ہیں ۔ علاوہ ازیں انھیں نعت گوئی کی سعادت بھی حاصل ہے ۔سرکارِ دو عالمؐ کے حضور ہدیہ نعت پیش کرتے ہوئے وہ اپنی آخرت کی بھی خوب فکر کرتے ہیں ۔ گویا ادب و شعر کے راستے دنیا و عقبیٰ دونوں میں نیکوکار ٹھہرتے ہیں ۔ان کے قطعات میں بلاغت کی آمیزش بدَرجہ اَتم ہوتی ہے ۔نمود و نمائش سے احتراز کی فطرت نے انھیں وہ دولتِ استغنا عطا کی ہے کہ قطعات کے علاوہ غزلوں میں بھی ایک طرح کی درویشی اور ’’ نگہِ پاک بیں‘‘ کی جلوہ گری نمایاں رہتی ہے۔ اپنی غزل گوئی میں چغتائی صاحب کسی مکتبِ فکر یا دبستانِ غزل سے وابستگی کا تاثر نہیں دیتے ہیں ۔ بلکہ ہر جگہ ایک خاص ٹھہری ٹھہری ’’ وضعِ احتیاط‘‘ سانسیں لیتی محسوس ہوتی ہے ۔غور سے پڑھنے پر کہیں کہیں ان کی نوا پیرائی پر غیر ارادی طور ہی سہی، مخدوم محی الدین کی سی چھاپ نظر آتی ہے مگر یہ (میرا) ایسا ذاتی تاثر ہے جس سے ممکن ہے دوسرے ادب دوست متفق نہ ہوں ۔ پھر بھی اس لَے میں جو نغمگی و مشاطگی جاری و ساری ہے وہ مقتضی اس امر کی ہے کہ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے ۔ یہ کام فی الحال قبل از وقت ہے کیوں کہ چغتائی صاحب کی فکرِ رسا، جذبۂ پارسا اور مزاج شعری ’’ ترک تر گامزن، منزلِ مادورنیست‘‘ کی تفسیر ہے۔شعراء کے چنیدہ اشعار کا حوالہ دے کر اصل کتاب کی طرف سے توجہ ہٹانے کی جو روش عام ہے اسے غیر ضروری ہی خیال کرنا چاہیے ۔اگر کوئی تفصیلِ محاکمہ کسی شاعر کی کاوش کی مقصود ہو تو بات دوسری ہے ۔لیکن مجموعہ کلام کے آغاز ہی میں چند شعروں کا حوالہ دے کر رہ جانا غیر منصفانہ طرزِ تنقید کہا جاسکتا ہے ۔ یہ کام سامعین قارئین یا آپ سب کا ہے کہ زیرِ تبصرہ مجموعے کا بنظرِ غائر مطالعہ کر کے اپنی اپنی پسند کے موتی چنیں ۔اشعار کے اثر اور کیفیت کا تعلق قاری کی ذہنی کیفیت سے ہوتا ہے ہوسکتا ہے کوئی شعر جو فقدان انبساط کے عالم میں کسی کو پسند نہ آئے وہی کیفیتِ نشاط سے مملو حضرت و متاثر کر سکے پھر بھی بعض اشعار جو چغتائی احب کا کلام پڑھنے کے بعد مجھے یاد رہ گئے، نذرِ خدمت ہیں کیا خبر آپ بھی انہیں اچھے ادب میں شمار کریں۔

بجلیوں کی زد میں کتنے آشیاں آتے گئے
رونق گلشن اُداسی کا سماں ہونے لگی

خیال ِ منزل جاناں کی دوریاں مت پوچھ
بس ایک جست میں جا کارواں سے ملتی ہے

پھول کو دل سے لگانے کیلئے تتلیاں بھی آ گئیں
تُو بھی آجا، اب لبوں پر سسکیاں بھی آ گئیں

مری وفاؤں میں تقصیر ڈھونڈنے والو
ذرا تم اپنی اداؤں کا بھی اعادہ کرو

چاہیئے کہ یہ مجموعہ کلام قبولیت کا شرف حاصل کرے اور چغتائی صاحب اپنے شعری سفر میں برابر آگے بڑھتے رہیں۔

***

گھنگریوں والا پراندہ

تحریر: مُبشرہ ناز

بڑا شوق تھا اسے بننے سنورنے کا اور پھر پراندہ پہننے کا وہ بھی گھنگریوں والا پراندہ۔۔۔! چوڑیاں تو کبھی باہوں سے اُتری ہی نہ تھیں ہر دوسرے دن مہندی سے ہاتھ رنگ لیتی۔۔۔! امّاں سے سارا دن جھڑکیاں کھاتی اور گھر کے کام کرتی جاتی۔۔۔! لڑکی ذات اور یہ چونچلے یہ لچھن۔۔۔! لوگ کیا کہیں گے۔۔۔؟ ارے امّاں لوگوں کا کیا ہے لوگوں کو تو بہانہ چاہیئے باتیں کرنے کا۔۔۔! یہ روزانہ کا مکالمہ تھا جو اس کے اور امّاں کے درمیان ہوتا ابّا حمایت کرتے مگر امّاں۔۔۔! امّاں کے سامنے ان کی بھی نہ چلتی۔۔۔! مگر وہ اپنے مَن کی کی لاڈلی تھی۔۔۔! کسی کی کیا سُنتی۔۔۔؟ اُس کا مَن اُس کے لاڈ اُٹھاتا اندر کی دنیا میں بڑے رنگ بکھرے تھے۔۔۔! بہت پیارا تھا اُسے اپنی اس دنیا سے۔۔۔! پھول، تتلیوں، بادل اور بارش سے محبت تھی۔۔۔! چہرے پر معصومیت اور بلا کا سکون تھا۔۔۔! دیکھ امّاں ایک پراندہ ہی تو مانگا ہے۔۔۔! روز امّاں سے ایک ہی فرمائش امّاں گھنگریوں والا پراندہ لے دو۔۔۔! امّاں نے سادہ پراندہ لا کر دے دیا۔۔۔! ارے لڑکی ذات کنواری چھن چھن کرتی پھرے گی۔۔۔؟ باپ کے سامنے، لاج نہیں تجھے۔۔۔؟ پر پتہ نہیں دل میں کیا سمائی تھی جو پیسے جمع ہوتے چاندی کی گھنگری لا کر لگا لیتی۔۔۔! اری کتنی گھنگریاں لگاؤ گی۔۔۔؟ امّاں ہر گھنگری خریدنے پر ڈانٹتیں۔۔۔! امّاں پوری سو گھنگریاں لگاؤں گی۔۔۔!

لمبے بالوں میں پراندہ ڈال کر جب چلتی تو چھن چھن کرتا۔۔۔! مہندی سے رَنگی ہتھیلیاں اور پاؤں۔۔۔! دھانی آنچل کجرے کی دھار۔۔۔! بس یہی تھا کل سنگھار۔۔۔! پر جانے کیا بیر تھا امّاں کو۔۔۔؟ اس پر بھی ڈانٹتی۔۔۔! پھر ایک دن پھپھی امّاں اپنے آوارہ بیٹے کا رشتہ مانگنے چلی آئیں جسے ابّا نے رَد کر دیا۔۔۔! اور پھپھی امّاں نے اپنی بے عزتی اور انا کا مسئلہ بنا کر جی بھر کر اُس کو بدنام کیا۔۔۔! ارے لڑکی کا دِل ہی نہیں تھا۔۔۔! کسی کے ساتھ چکر ہو گا۔۔۔! لچھن نہیں دیکھے۔۔۔؟ مہندی تو اُترتی نہیں اور گھنگریوں والا پراندہ پہن۔۔۔! طوائفوں کی طرح سارے پاسے مٹکتی پھرتی ہے۔۔۔! ابّا کونوں کھدروں میں مُنہ دے دے کر روتے۔۔۔! بیٹی کی رگ رگ سے واقف تھے۔۔۔! ایک رات جی میں آیا کہ بیٹی کا حال پوچھوں۔۔۔؟ رات کا پچھلا پہر۔۔۔! جاءِ نماز پر بیٹھی گھنگرو گنتی جاتی۔۔۔! ابّا ایک طرف کھڑے دیکھتے رہے۔۔۔؟ تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمدللہ اور چونتیس بار اللہُ اکبر۔۔۔! پڑھ کر بولی۔۔۔! اللہ میں نے تو تیرے لئے سو گھنگرو لگائے تھے۔۔۔! اب تو جان اور تیرے بندے جانیں۔۔۔!۔۔! ابّا کے پیچھے کھڑی امّاں زار زار رو رہی تھی۔۔۔!'' وہ دن کہ جب میری آوارگی کے چرچے تھے قسم خدا کی بڑی پارسائی کے دن تھے''۔

ساحر شیوی (لیوٹن) کے تاثرات

آدم چغتائی برطانیہ کے ایک فعال اور قادر الکلام شاعر ہیں۔ ان کی شعر گوئی نے انہیں برطانیہ میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں جہاں جہاں اردو بولی، سمجھی اور پڑھی جاتی ہے، متعارف کرایا ہے۔ آدم چغتائی نے یوں تو سبھی اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے مگر غزل ان کی پسندیدہ صنف ہے۔ آدم چغتائی کی غزلیں اپنے موضوعات، اندازِ بیان اور فکر میں پڑھنے والوں کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہیں آدم چغتائی نہ صرف شاعر ہیں بلکہ کئی ادبی انجمنوں کے متحرک کارکن بھی ہیں۔ برطانیہ میں انہوں نے کئی ادبی انجمنیں قائم بھی کیں اور کئی ادبی انجمنوں کے ساتھ وابستہ بھی رہے۔ آدم چغتائی کے اندر کا شاعر انسانی کائنات اور معاشرے کے مسائل کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اسے محسوس کرتا ہے اور اسے بیان کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ شاعر چونکہ ایک حساس دل و دماغ کا مالک ہوتا ہے اس لئے وہ عام انسان کی بہ نسبت ان عوامل او حادثات کو پہلے ہی محسوس کر لیتا ہے جو صفحۂ دہر پر رقم ہونے والا ہوتا ہے۔ آدم چغتائی چونکہ ایک مسلّم الثبوت شاعر ہیں اس لئے وہ ان مناظر، واقعات اور ایسے بے شمار مشاہدات کو الفاظ و بیان کے پیرائے میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ پڑھنے والا اگر اس حادثے یا واقعے سے گزر رہا ہے تو اسے آدم چغتائی کی شاعری متاثر کرے گی۔ دیگر احباب کے لئے ان کی شاعری میں لطف و انبساط کا سامان تو ملے گا ہی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ ماہنامہ ''پرواز'' لندن کے باقاعدہ تخلیق کاروں میں آدم چغتائی کا نام بہت اہم ہے۔ میں آدم چغتائی کو اس مجموعۂ کلام کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

***

ان اُصولوں کو یاد رکھیں

*: گھر کا ہر فرد نماز وقت پر ادا کرے۔

*: "مہربانی" اور "جزاک اللہ" کے کلمات بنیادی ضوابط ہونگے جن سے کوئی بھی بری نہیں ہوگا۔

*: مار پٹائی، گالم گلوچ یا لعن طعن نہیں ہوگی۔

*: اپنے محسوسات اور خیالات ادب واحترام کے ساتھ بتائیے۔

*: جو جس چیز کو (دروازہ، کھڑکی، ڈبہ) کھولے گا اُسے بند بھی کرے گا کچھ گر جائے تو اُسے اُٹھائے گا اور صاف کر کے رکھے گا-06: آپ کا کمرہ خالص آپ کی ذمہ داری ہے۔ ۷ بات ٹوکے بغیر سنی جائے گی اور درمیان میں سے کوئی نہیں کاٹے گا۔

*: دوسروں کے سامنے اتنے دھیمے لہجہ میں ہرگز گفتگو نہیں کریں گے کہ کوئی سن نہ سکے۔

*: گھر کے بزرگ/ والدین کوئی بات/مشورہ یا حکم دیں اسے ماننا ہوگا

*: گھر میں سلام کرنا ہوگا۔ ۱۱۔ گھر کا ہر فرد روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا۔

*: جو ملنے آئے وہ قوانین کا احترام کرے۔

*: گھر کا کوئی بھی فرد کمروں میں کچھ نہیں کھائے گا۔

*: رات کو (10:00) کے بعد کوئی نہیں جاگے گا۔

*: فجر سے پہلے ہر بچے اور بڑے کو جاگنا ہوگا۔

*: سمارٹ فون اور ڈیوائسز 9 a.m کے 9 p.m درمیان استعمال کی جا سکتی ہیں۔ اور 15 منٹ کے مسلسل استعمال کے بعد 1 گھنٹے کا وقفہ ضروری ہوگا-۱۷: والدین: احترام ضروری ہوگا۔

*: مل کر بیٹھنے کا وقت طے کیا جائے, کسی قسم کی مواصلاتی ڈیوائس (فون/ پیڈ) کا استعمال منع ہوگا۔ ۱۹۔ کھانے کے وقت سب کی حاضری اور شمولیت ضروری ہوگی۔

*: رات کو (10 بجے) کے بعد کسی تعلیمی سرگرمی کی اجازت نہیں ہوگی۔

۲۱: گھر کے افراد گھر اور گھر میں موجود ہر شئے کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

۲۲ اپنا کام ہر کوئی خود کرے گا دوسرے پر حکم نہیں جھاڑے گا- گھر کے سربراہان اپنا کام کسی کو کہہ سکتے ہیں-23: خاندان کی ضروریات کسی دوسری ضرورت پر مقدم ہونگی۔

*: کسی کے کمرے یا علیحدگی والی جگہ پر دروازہ کھٹکھٹائے یا اس کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہوگا۔ ۲۵۔ مہمان کے آنے پر خوش اور انہیں خوش آمدید کہا جائے-۲۶ مہمان کی خاطر مدارت کی جائے کیونکہ مہمان کے سامنے پیش کی جانے والی چیزوں کا اللہ کے ہاں حساب نہ ہوگا- مہمان اپنے ساتھ اللہ کی رحمت لاتا ہے

گھر کا ماحول:-

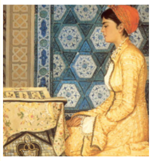

ایک خاتون کہتی ہیں کہ میں ایک بار میں اپنی ایک پرانی دوست کو ملنے اس کے گھر گئی میری وہ دوست مجھے بہت چاہ سے ملی اور خوشی کا اظہار کیا۔ ہم دونوں کافی عرصہ بعد ایک دوسرے سے مل کر بہت خوشی محسوس کر رہی تھیں کچھ دیر ان کے گھر بیٹھنے کے بعد ان کی ایک چھوٹی بیٹی آئی اور کہنے لگی: امی امی! کیا ہم آج جنت میں گھر نہیں بنائیں گے؟ میں نے پہلے تو اسے سنا ان سنا کر دیا مگر وہ بچی بار بار وقفے وقفے سے اپنی امی سے یہ بات پوچھنے لگی حتیٰ کہ اس کی دوسری بہن بھی جو اس سے کچھ بڑی تھی آ گئی اور اس نے بھی یہی سوال کیا تب ان کی ماں نے بچوں کا اصرار اور میرے چہرے پر ظاہر ہونے والی اجنبیت کو اچھی طرح بھانپ لیا تو بولیں: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو کہ یہ بچے کیا کہہ رہے ہیں اور کس طرح یہ جنت میں گھر بناتے ہیں؟ میں نے کہا بالکل، کیوں نہیں۔ میں تو ضرور دیکھنا چاہوں گی چنانچہ پھر وہ خاتون ایک چٹائی پر بیٹھ گئیں اور اس کے بچے اور بچیاں جو چار پانچ سال سے لے کر دس بارہ سال تک کے تھے سب اس کے ارد گرد بیٹھ گئے پھر ان کی ماں نے پوچھا: ہاں بھائی اب ہم جنت میں گھر بنائیں؟

سب بچوں نے بیک زبان ہو کر کہا: جی چنانچہ پھر ان کی ماں نے اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنے کے بعد سورۃ الاخلاص پڑھنا شروع کیا اور بچے بھی اپنی ماں کے ساتھ ساتھ وہی سورۃ الاخلاص دہرانے لگے اور دس بار انہوں نے یہ سورۃ الاخلاص پڑھ لی پھر ان کی ماں اپنے بچوں سے بولی: اب یہ بتاؤ کہ اپنے اپنے اس محل میں کوئی خزانہ بھی رکھنا چاہتے ہو؟ سب بچوں نے کہا: ہاں تو پھر ماں نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنا شروع کیا اور بچے بھی اپنی ماں کے ساتھ یہی کلمات دھرانے لگے۔ پھر ماں نے پوچھا: ہاں تو اب تم یہ جانتے ہو کہ رسول کریم ﷺ تمہاری بات کا جواب بھی دیں؟ اور پھر تم قیامت کے دن رسول کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے حوض کوثر سے پیو اور پھر تمہیں

کبھی پیاس بھی نہ لگے؟ سب بچوں نے پھر جواب ہاں میں دیا تو اب ماں نے دورد شریف پڑھنا شروع کیا اور بچے بھی اپنی ماں کے ساتھ درود شریف پڑھنے لگے پھر انہوں نے کچھ دیر سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا بھی وِرد کیا آخر میں ان کی ماں نے کہا: ٹھیک ہے بچو۔ آج جنت میں گھر بنانے کا کام پورا۔ اب جاو اور اپنا اپنا کام کرو شاباش مہمان خاتون یہ سب کچھ حیرت انگیز نظروں سے دیکھتی رہی۔ جب وہ اس عمل سے فارغ ہوگئیں تو میزبان خاتون کہنے لگی: دیکھیں یہ تو آپ بھی جانتی ہیں کہ سب بچے یہ چاہتے ہیں کہ وہ کچھ دیر اپنی ماں کے ساتھ بیٹھیں اور اپنی ماں سے کچھ سنیں اور دل بہلائیں چونکہ ہمارے یہ بچے آج کل کارٹون وغیرہ بھی دیکھتے ہیں اور اس میں یہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح کارٹون کے کردار اپنا اپنا گھر بناتے ہیں اور اس میں اپنے لیے خزانے بھی جمع کرتے ہیں تو میں نے چاہا کہ کیوں نہ میں اپنے بچوں کا یہ شوق بھی پورا کروں اور ان کے لیے اچھی تربیت بھی ہوجائے جو نہ صرف ان کی دنیا کو خوشگوار بنائے بلکہ ان کی آخرت کو بھی سنوار دے۔ بس یہی سوچ تھی جس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے میرے دل میں یہ ترکیب ڈال دی اور اس کا اثر تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ وہ مہمان خاتون یہ سب دیکھ کر عزم کر کے اٹھی کہ وہ بھی اپنے گھر میں ایسا ماحول بنائے گی... کیوں کہ بچے پال لینا کمال نہیں۔ بچے تو جانور بھی پال لیتے ہیں... تربیت کرنا جانوروں اور انسانوں میں فرق کرتا ہے جہاں تک ہو سکے اس واقعے کو پھیلایئے تاکہ خیر کے متلاشی اور لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

اپنے پاؤں کے تلووں پر تیل لگا لیا کریں:

ایک صاحب جو کہ تاجر ہیں نے لکھا میں چترال میں سیر و تفریح کرنے گیا ہوا تھا وہاں ایک ہوٹل میں سویا مجھے نیند نہیں آرہی تھی میں نے باہر گھومنا شروع کردیا باہر بیٹھا رات کا وقت بوڑھا چوکیدار مجھے کہنے لگا کیا بات ہے؟ میں نے کہا نیند نہیں آ رہی! وہ مسکرا کر کہنے لگا آپ کے پاس کوئی تیل ہے میں نے کہا نہیں۔ وہ گیا اور تیل لایا اور کہا اپنے پاؤں کے تلووں پر چند منٹ مالش کریں بس پھر کیا تھا میں خراٹے لینے لگا اب میں نے معمول بنا لیا ہے۔ میں نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کا یہ ٹوٹکہ آزمایا اس سے نیند بہت اچھی آتی ہے اور تھکاوٹ ختم ہوجاتی ہے۔ معدے کا مسئلہ ہو تو پاؤں کو تلووں پر زیتون یا بادام کے تیل کی مالش کریں اور ناف میں چند قطرے تیل ڈال کر ہلکی ہلکی مالش کریں۔ واقعی! اس عمل میں جادو جیسا اثر ہے میں نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کی اس عمل کی وجہ سے مجھے بہت پر سکون نیند آئی۔ ے۔ میں یہ ٹوٹکہ تقریباً پچھلے 15 سال سے کر رہی ہوں مجھے اس سے بہت پرسکون نیند آتی ہے میں اپنے چھوٹے بچوں کے پاؤں کے تلووں پر بھی تیل سے مالش کرتی ہوں اس سے وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور صحت مند رہتے ہیں۔ میرے پاؤں میں ہمیشہ سوزش رہتی تھی جب چلتی تھی تو تھکن سے چور ہوجاتی تھے میں نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر زیتون کے تیل کی مالش کا یہ عمل شروع کیا چند دنوں میں میرے پاؤں کی سوزش دور ہوگئی۔ میں تھائیرائیڈ کی مریضہ تھی میرے ٹانگوں میں ہر وقت درد رہتا تھا پچھلے سال مجھے کسی نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کا یہ ٹوٹکہ بتایا میں مستقل کر رہی ہوں اب میں عموماً پرسکون رہتی ہوں۔۔ میرے پاؤں سن ہو رہے تھے میں چار دن سے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر تیل سے مالش کر رہا ہوں بہت زیادہ فرق ہے۔ رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر انگلیوں کے درمیان، ناخنوں پر اور اسی طرح ہاتھوں کی ہتھیلیوں، انگلیوں، کے درمیان اور ناخنوں پر تیل کی مالش کرنے کا مشورہ دیا اور کہا ناف میں چار پانچ قطرے تیل کے ڈال کر سونا بھی بھت مفید ھے۔ میرے پاؤں اور گھٹنوں میں درد رہتا تھا۔ جب سے پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کا ٹوٹکہ پڑھا اب میں یہ روزانہ کرتا ہوں اس سے مجھے پرسکون نیند آتی ہے۔ مجھے کمر میں بہت درد تھا جب سے میں نے رات کو سونے سے پہلے پاؤں کے تلووں پر تیل کی مالش کا یہ ٹوٹکہ استعمال کرنا شروع کیا تو کمر کا درد کم ہوگیا ھے۔ اور اللہ پاک کا شکر ھے۔ بہت اچھی نیند آتی ھے۔ کوئی سا بھی تیل سرسوں یا زیتون وغیرہ پاؤں کے تلووں اور پورے پاؤں پر لگائیں خاص طور پر تلووں پر تین منٹ تک دائیں پاؤں کے تلوے اور تین منٹ بائیں پاؤں کے تلوے پر رات کو سوتے وقت مالش کرنا کبھی نہ بھولیں، اور بچوں کی بھی اسی طرح مالش ضرور کیا کریں۔ قدیم چینی طریقہ علاج کے مطابق بھی پاؤں کے نیچے 100 کے قریب Acupressure Points (ایکوپریشر پوائنٹ) ھوتے ہیں۔ جن کو دبانے اور مساج کرنے سے بھی انسانی اعضاء صحت یاب ہوتے ہیں۔ اس کو Foot Reflexogy کہا جاتا ھے۔ پوری دنیا میں پاؤں کی مساج تھراپی سے علاج کیا جاتا ھے۔

***

مشاعرہ قندیل شعر و سخن ایاز

رپورٹ:
رانا عبدالرزاق خان

مورخہ ۷ راگست ۲۰۱۹ بروز بدھوار شام کو محترم ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز صاحب کے دولت خانہ پر ایک نشست کا انعقاد ہوا۔جس کے میزبان محترم ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز صاحب تھے۔اور اس کی منتظم مجلس عاملہ تعلیم الاسلام کالج تھی۔یہ نشست جلسہ سالانہ پر آنے والے معزز مہمانوں،شعراء،اور ادیبوں کے لئے منعقد کی گئی تھی۔جس کے صدر جناب مولانا محترم عطاء المجیب راشد امام مسجد لندن اور مہمانانِ خصوصی،محترم زرتشت منیر احمد ناروے،محترم مبارک احمد صدیقی،محترم میر رفیق مبارک میر وکیل المال ثانی،محترم ڈاکٹر فرید احمد گیمبیا،مولانا محترم عبدالکبیر قمر مربی سلسلہ پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ،محترم نعیم احمد باجوہ مربی سلسلہ کانگو،محترم مقصود احمد منیب مربی سلسلہ و شاعر،محترم عرفان خان دہلوی،محترم حمید احمد سیٹھی بیوروکریٹ،کالم نگار،مصنف،تھے۔پروگرام کا آغاز تلاوت

قرآن کریم سے ہوا۔ جو کہ وسیم احمد باری صاحب نے کی۔

نظم آصف چغتائی صاحب نے پڑھی جو کہ آدم چغتائی صاحب مرحوم کا کلام تھا، پھر رانا عبدالرزاق خان نے مہمانوں کو خوش آمدید کہا شعراء میں پاکستان سے آئے ہوئے مقصود احمد منیب، ارسلان احمد، لندن سے، آصف علی پرویز، شائق نصیر پوری، جلید نکاوی، عاصی صحرائی، محمد اسحاق عاجز، عطاء المجیب راشد، مبارک احمد صدیقی نے کلام سنایا، اور سامعین سے خوب داد لی، جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے مہمانوں میں سے، زرتشت منیر احمد، رفیق مبارک میر، ڈاکٹر فرید احمد، عبدالکبیر قمر، نعیم احمد باجوہ، حمید احمد سیٹھی، سر افتخار احمد ایاز، عطاء المجیب راشد، مرزا عبدالرحیم انور، اپنے تعارف کے ساتھ میدانِ عمل کے کچھ یادگار واقعات بھی سنائے، محفل بہت ہی شاندار تھی، نظامت رانا عبدالرزاق خان شاعر و ادیب ایڈیٹر قندیل ادب انٹرنیشنل نے کی۔ آخر پر محترم ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز صاحب نے سب احباب کا شکریہ ادا کیا۔ محترم امام صاحب نے اختتامی دعا کروائی۔ نمازوں کے بعد کھانا پیش کیا گیا جو بہت ہی شاندار اور لذیذ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی محافل منعقد کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ ***

اب بھی سنبھل جاؤ

(شہزادہ مبشر)

رہو گے کب تلک غافل مسلمانو ذرا جا گو
تمھارے واسطے ہر سو مخالف ہے ہوا جا گو
ذلیل و خوار کب اس طرح ہوتے رہو گے تم
کیا ساری زندگی بولو! یونہی روتے رہو گے تم
تمھارے پاس جب ایمان کی طاقت دولت تھی
تمھارے واسطے حد نظر نصرت ہی نصرت تھی
تمہارے سامنے باطل کے چھکے چھوٹ جاتے تھے
تمہارے رُوبرو دشمن کے کس بل ٹوٹ جاتے تھے
مگر اللہ والو! آج تو کچھ اور منظر ہے
تمہارا کوئی والی ہے، نہ ہمسر ہے، نہ رہبر ہے
یونہی سوتے رہو گے تو برے حالات آئیں گے
جہاں میں ایرے غیرے لوگ تم پر ظلم ڈھائیں گے
خدا کے واسطے! غفلت کی دلدل سے نکل آؤ
سنبھلنے کے لئے کچھ وقت ہے اب بھی سنبھل جاؤ

مسعود چودھری

ابھی یہ درد کی کونپل شجر ہونے نہیں پائی
ابھی یہ موج اشکوں کی بھنور ہونے نہیں پائی
دہائی ساتویں آئی اندھیرے اور بھی مچلے
یہ کیسی رات ہے جس کی سحر ہونے نہیں پائی
جہالت میں بھٹکتی پھر رہی ہے ایک مدت سے
فکر اس قوم کی پر راہ بر ہونے نہیں پائی
ہمارے گھر کی بنیادوں میں طوفان رقص کرتے ہیں
مکمل عظمتِ دیوار و در ہونے نہیں پائی
جنازہ جب سے اک بوڑھے مکیں کا گھر سے نکلا ہے
منقش یہ عمارت پھر سے گھر ہونے نہیں پائی
پرندے لوٹ آئے شام کو اپنے گھروندوں میں
خدا کا شکر آندھی کو خبر ہونے نہیں پائی
ابھی مسعودؔ زخمِ دل کی چنبیلی کو کھلنے دو
ابھی بزم نگاراں کو خبر ہونے نہیں پائی

رپورٹ۔فوٹو
امجد مرزا امجد

والتھم فاریسٹ پاکستانی کمیونٹی فورم کا ماہانہ مشاعرہ اور تقریب رونمائی

معروف شاعر ٹیپو ارسل کا تیسرا شعری مجموعہ ’’مجھے معاف ہی رکھیئے‘‘ کی تقریب رونمائی

ہر ماہ کی پہلی اتوار کو اس بار بھی مورخہ 4 اگست کو والتھم سٹو کی سنٹرل لائبریری میں ایک بجے سے چار بجے تک بھرپور ادبی محفل کا انعقاد ہوا، جس میں پہلے معروف شاعر ٹیپو ارسل کے تیسرے مزاحیہ شعری مجموعہ کلام ’’مجھے معاف ہی رکھیئے‘‘ کی تقریب رونمائی کی گئی ۔اسٹیج پر تنظیم کے صدر ڈاکٹر شوکت نواز خان، ادبی محفل کے صدر معروف بزرگ شاعر جناب ڈاکٹر رحیم اللہ شاد آمہمان خصوصی معروف شاعرہ محترمہ قمر مرتضیٰ قریشی صاحبہ اور آج کے دولھا جناب ٹیپو ارسل تشریف فرما تھے۔نظامت ہمیشہ کی طرح امجد مرزا نے بڑے شگفتہ انداز میں کی۔

امجد مرزا نے تلاوت کے لئے معروف شاعر محترم کامران رعد کو دعوت دی۔جبکہ نعت کے اشعار امجد مرزا نے ترنم سے سنا کر داد وصول کی۔ آج کی کتاب ’’مجھے معاف ہی رکھیئے‘‘ پر امجد مرزا نے مضمون پڑھا جو ٹیپو ارسل صاحب نے کتاب میں بھی شامل کیا تھا۔پھر صاحب کتاب جناب ٹیپو ارسل کو وقت دیا گیا انہوں نے بڑی تفصیل سے اپنے بارے میں اپنی شاعری اور تین کتابوں کے بارے میں اظہار خیال کیا۔امجد مرزا کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے آج کی تقریب رونمائی اور مشاعرے کا بڑی خوبصورتی کے ساتھ اہتمام کیا۔ پھر انہوں نے مذاحیہ قطعات سنائے جن پر محفل میں خوب قہقہے بلند ہوئے ۔عابدہ شیخ صاحبہ نے حسب معمول صاحب کتاب کو تحفہ دیا۔معروف گلوکار خان صاحب استاد نعیم سلہریا صاحب نے مشہور شاعر نصیر احمد ناصرؔ بٹ کی غزلوں کو میوزک کے ساتھ گا کر سی ڈی بھر کر انہیں تحفہ دی۔اس کے بعد با قاعدہ مشاعرے کا آغاز ہوا۔جس میں مندرجہ ذیل شعرا و شاعرات نے حصہ لیا۔امجد مرزا، اسلم رشید، اقبال گل، شاہین اختر شاہینؔ، صوفی لیاقت، محمد ارشاد خان، مظہر علوی اعوان، عابدہ شیخ، نصیر احمد ناصر بٹ کامران رعد اور اسٹیج سے

محترمہ قمر مرتضیٰ قریشی، ٹیپو ارسل اور صاحب صدر محفل ڈاکٹر رحیم اللہ شاد۔

ڈاکٹر رشید اختر صاحب نے 14 اگست کے پروگرام کا اعلان کیا۔ اور تنظیم کے صدر ڈاکٹر شوکت نواز خان نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور اعلان کیا کہ انشاء اللہ اگلے ماہ کی پہلی اتوار یکم ستمبر کو معروف شاعرہ فرزانہ فرحت کے شعری مجموعہ کلام ''آنسو'' کی تقریب رونمائی اور مشاعرہ ہوگا۔ پروگرام کی شروعات میں تمام مہمانوں کی گرم گرم سموسوں چائے اور بسکٹوں سے خاطر تواضع کی گئی۔

سلیم کوثر

کبھی یاد آئے تو پوچھنا
ذرا اپنی خلوت شام سے
کسے عشق تھا تیری ذات سے؟
کسے پیار تھا تیرے نام سے
ذرا یاد کر کہ وہ کون تھا
جو کبھی تجھے بھی عزیز تھا
وہ جو مر مٹا تیرے نام پہ
وہ جو جی اُٹھا تیرے نام سے
ہمیں بے رُخی کا نہیں گلہ
کہ یہی وفاؤں کا ہے صلہ
مگر ایسا جرم تھا کون سا؟
گئے ہم دعا و سلام سے
کبھی یاد آئے تو پوچھنا
ذرا اپنی خلوت شام سے

محسنؔ نقوی

ایسے ٹُوٹا ہے تمناؤں کا پندار کہ بس
دل نے جھیلا ہے محبت میں وہ آزار کہ بس
ایک جھونکے میں زمانے میرے ہاتھوں سے گئے
اس قدر تیز ہوئی وقت کی رفتار کہ بس
تُو کبھی رکھ کے ہمیں دیکھ تو بازار کے بیچ
اس قدر ٹُوٹ کے آئیں گے خریدار کہ بس
کل بھی صدیوں کی مسافت سے پرے تھے دونوں
درمیان آج بھی پڑتی ہے وہ دیوار کہ بس
یہ تو اک ضد ہے کہ محسنؔ میں شکایت نہ کروں
ورنہ شکوے تو ہیں اتنے میرے یار کہ بس

DIGITAL
LITHO

Concept 2Print

A Complete Design & Print Service

CONCEPT • DESIGN • PRINT • FINISH

- Business Cards
- Folders
- Booklets
- Books
- Wedding Cards
- Letterheads
- NCR Pads
- Calendars
- Flyers
- Greeting Cards
- Compliment Slips
- Brochures
- Posters
- Pull up Banners
- Invitation Cards

t:0203 603 7582 e:info@concept2print.co.uk

106 High Street • Colliers Wood • London • SW19 2BT
www.concept2print.co.uk

H@T
IT SERVICES
Hardware • Application • Technology

HAT IT Services is becoming an IT Solution provider in innovative Hardware and Software Solutions that enable businesses to transform into digital enterprises for the ultimate competitive advantage.

- Laptop Repairs
- Computer Repairs
- Virus / Malware Removal
- Data Recovery
- System Optimization
- Home / Office Networking
- Server Installation
- Infrastructure & Networking
- Web & Application Development
- Sales & Purchase
- CCTV Installation & Maintenance

T: 0203 524 7530
www.hatservices.com
106 High Street, Colliers Wood SW19 2BT

TRANSLATIONS
ENGLISH - URDU
ATA TAHIR
DPSI ENGLISH LAW

IOLET DIPLOMA IN PUBLIC SERVICE
Interpreting Urdu-English Law

07818210181
atatahir@hotmail.com

HEATING LTD.

24/7 EMERGENCY SERVICE

Domestic & Commercial
Contact: 07722 222 965
www.247breakdownsolution.co.uk

SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
CELL +44 (0) 7903 416966

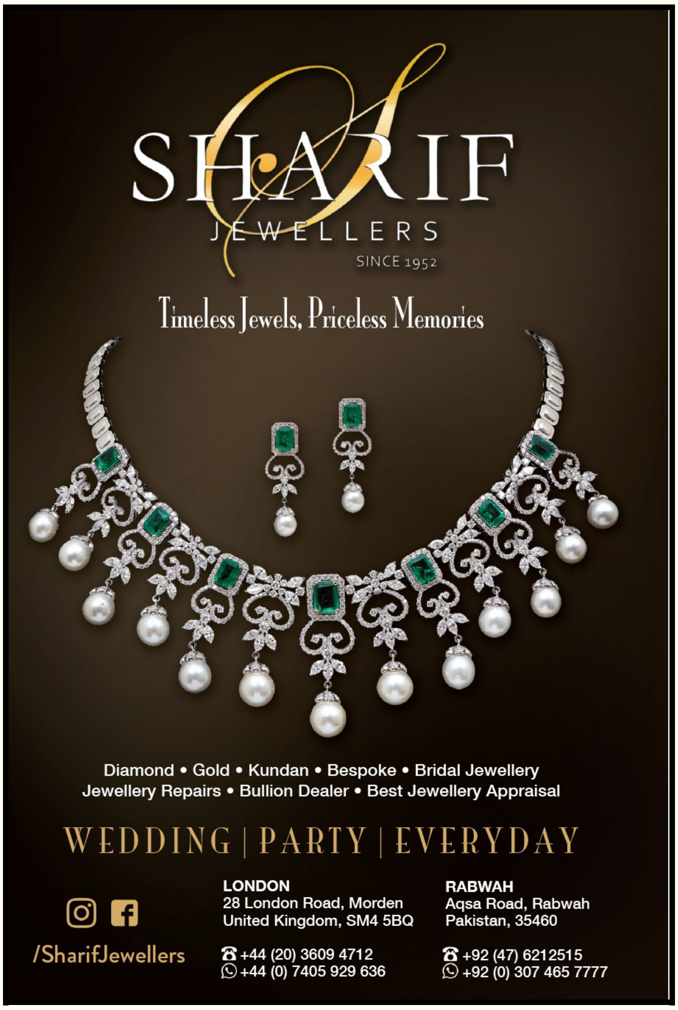

RASHID & RASHID
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- ویزا میں تبدیلی
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- یورپین قانون
- اوورسٹیرز
- جوڈیشل ریویو
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ٹرائبیونل اپیل
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ورک پرمٹ
- سٹوڈنٹس اپیل

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

07878 33 5000 / 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دابراڈوے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

SOW THE SEEDS OF LOVE